علماءِ لدھیانہ کی تاریخ سے نئی نسل بالکل ناواقف ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ علماء لدھیانہ خاندان کے بزرگوں نے آزادئ ملک اور خدماتِ دین وملّت کے لیے اتنی بڑی قربانی دی کہ اگر کبھی دیانت داری سے تاریخ لکھی گئی تو اس خاندان کا ذکر سرِفہرست ہوگا۔ (ادارہ انجمن خدام الدین لاہور، بانی: شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، ۵ ستمبر ۱۹۷۵ء)

تعارف و مختصر حالات

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

علماءِ لدھیانہ نے انگریز کے خلاف عملاً بغاوت کی اور جہادِ اسلامی میں بذاتِ خود شریک ہوئے۔ علماءِ لدھیانہ سرفروش مجاہد تھے۔ جنگِ آزادی کے شریک اور مسلمانوں کی قومی اور سیاسی تحریکات کے علم بردار تھے۔ میرے والد محترم حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے علماءِ لدھیانہ سے نہایت قریبی اور مخلصانہ تعلقات تھے۔ (مولانا سید محمد ازہر شاہ قیصرؒ ابن علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ، رجب ۱۴۰۳ھ)

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ (۱۹۸۹ء - ۱۹۷۰ء)

آپ دار العلوم دیو بند کے ممتاز فاضل، لدھیانہ کے مشہور خانوادۂ علماء کے فردِ فرید اور جمعیت علماء ہند کے صف اول کے رہنماؤں میں سے تھے۔ آپ مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ کے فرزند تھے۔ تقسیم ملک سے پہلے جمعیۃ علماءِ ہند پنجاب کے صدر رہے۔ تحریکِ آزادی میں سرگرم حصہ لیا۔ ۱۹۳۰ء کی تحریکِ سول نافرمانی میں ۵ جولائی ۱۹۳۰ء کو لدھیانہ میں گرفتار ہوئے اور ۱۹۳۲ء میں جمعیۃ علماء ہند کے ساتویں ڈکٹیٹر کے طور پر ۹ ستمبر ۱۹۳۲ء کو ایک عظیم الشان جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ اسی کے ساتھ قادیانیت کے خلاف زندگی بھر سینہ سِپر رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان چلے گئے تھے۔ وہاں ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختم نبوّت میں شامل رہے۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ (مشاہیر علماء دیوبند)

مکتوب حضرت مولانا محمد سالم قاسمیؒ

بنام مشہود مفتی

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

کے متعلق تاثرات کا اظہار

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

دارالعلوم دیوبند اور خاندان قاسمی سے لدھیانہ کے معزز خاندان علماء کا تاریخی مخلصانہ تعلق رہا ہے۔ پنجاب کے بہت سے شہر ہیں، لیکن تقسیم ملک سے قبل اپنے علمی، اخلاقی اور سیاسی دائروں میں علمائے لدھیانہ بایں معنیٰ خصوصیت و امتیاز کے حامل رہے ہیں کہ حالات ملک کی سازگاری اور ناسازگاری کے دونوں زمانوں میں ان کی دار العلوم دیوبند سے وابستگی کے ساتھ ملی خدمات کی ہمت و عزیمت ایمانی میں بھی ذرہ برابر کمی نہیں آئی۔

راقم الحروف نے اپنے عہد طالب علمی میں اور کچھ عرصے تک اس کے بعد بھی جن بزرگانِ لدھیانہ کو بار بار دیکھا اور اپنی نوعمری کے باوجود ان کی ہمت و عزیمت کا اندازہ کیا ان میں خاص طور پر **حضرت مولانا محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ** سے وقتاً فوقتاً اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ سے اکثر و بیشتر ملنے کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ کی بزرگان دیوبند کے ساتھ تعلق میں غیر معمولی پختگی تھی، سیاسی خدمات کے دوران بھی اس کی برقراری کبھی متاثر نہیں ہوئی۔ ان کے شریک عمل حضرات علماء کی جانب سے کسی پیش آمدہ سیاسی مسئلے میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو اگر کوئی کمی محسوس ہوتی تو وہ اس کی مصلحت کو اور اس سے حاصل ہونے والے وقتی مفاد کو کسی قیمت پر انگیز کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، اور دوسری جانب اس اختلاف کے باوجود ان کا رابطہ اخلاص حسب سابق مکمل طور پر برقرار رہتا تھا۔ چنانچہ حصولِ آزادی کی جنگ میں جب ہندو مسلم اتحاد کے نعرہ نے وسعت اختیار کی اور مسلمان زعمائے وقت میں سے بیشتر اس کے مؤید بن گئے لیکن حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ اس ہندو مسلم اتحاد کے نعرہ پر خاموش رہے، جس کا بڑی حد تک عامۃ المسلمین پر یہ اثر پڑا کہ وہ بھی اس کی تائید سے باز رہے۔ مسلم زعماء نے حضرت تھانویؒ کے سکوت کے وسیع پیمانے پر ملک میں اثرات کو دیکھ کر تشویش محسوس کی۔ ان کی اس بارے میں مساعی کی تفصیل کے بغیر قابل ذکر یہ ہے کہ علمائے کرام کا ایک بڑا طبقہ حضرت کے سکوت سے یہ سمجھ گیا کہ حضرت تھانویؒ اس

کے مؤید نہیں ہیں جب کہ کچھ عرصہ بعد حضرت تھانویؒ نے لوگوں کے اصرار پر فرمایا کہ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ ہی بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے، کیونکہ اتحاد کے معنی یہ ہیں کہ دونوں قوموں کی یکتائی کی خصوصیت ختم ہوجائے، یعنی نہ ہندو ہندو رہے اور نہ مسلم مسلم رہے، اور یہ اتحاد جب ہی ممکن ہے کہ جب شرک و توحید میں اتحاد ہوجائے، اور یہ ممکن نہیں ہے تو وہ اتحاد بھی ممکن نہیں، اس لئے نعرہ اتحاد کے بجائے تعبیری فرق کر کے ''ہندو مسلم اتفاق'' کی دعوت دی جانی چاہیے تھی۔ اس کے بعہ مسلک حق سے وابستہ علمائے لدھیانہ وغیرہ نے اس تعبیر سلیم کا پورا پورا حق اپنی حدود میں اس خوبصورتی سے ادا کیا کہ ہندو مسلم اتفاق کے ذریعہ مقصد بھی پورا ہوگیا اور اسی بنیاد پر مسلک سے کسی انحراف کا خدشہ بھی باقی نہیں رہا۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں یہ بھی شامل تھا کہ اپنے افراد سے کسی رائے میں اختلاف ہوتا تو اپنی رائے کی ترجیح میں ہی فرمایا کرتے تھے، جب میٹھی دہی سے اچھا ذائقہ آسکتا ہے تو کھٹی کیوں لی جائے۔

راقم الحروف کو حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب**ؒ سے دور طالب علمی ہی میں کئی بار شرف ملاقات ملا اور ان کے لطائف بھی سنے مگر اب وہ یادداشت میں محفوظ نہیں، ایسے ہی حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب سے قریبی رابطہ ان کے دو چھوٹے صاحب زادگان مولوی سعید الرحمن مرحوم اور مولوی محمد احمد مرحوم کا طالب علمی کے زمانہ میں احقر اور احقر کے گھرانے سے قدیمی خاندانی روابط کے تحت بہت اپنائیت کا تعلق رہا۔ انہی دونوں کے واسطے سے ان کے والد محترم حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ سے جبکہ وہ دہلی میں مقیم تھے ملنا جلنا وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا تھا۔

ایک بار مولوی سعید الرحمٰنؒ کے ذریعہ مولانا حبیب الرحمٰنؒ نے احقر کو دہلی بلایا۔ اس وقت احقر کے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند حج کے لئے تشریف لے جا چکے تھے، اور ان کی عدم موجودگی میں احقر سے کافی کام متعلق تھے۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ مولانا حبیب الرحمٰن کی دعوت پر حاضر ہوا۔ حسب عادت بزرگانہ شفقت سے ملے م پھر فرمایا کہ یہ الیکشن کا زمانہ ہے، میں نے آپ کا نام کانگریس پارٹی کی الیکشن پبلسٹی کے لئے لکھوادیا ہے اور سعید الرحمانؒ آپ کے ساتھ رہے گا۔ آپ کو حیدرآباد کے علاقے میں مختلف مقامات پر کانگریس کی تائید میں تقریر میں کرنا ہوگی۔ میں یہ سن کر ان سیاسی دھندوں سے

قطعاً بے علاقہ ہونے کی وجہ سے بڑا حیران ہوا اور میں نے باادب عرض کیا کہ حضرت میرا تو کوئی تعلق سیاسیات سے بھی رہا ہی نہیں، نہ میں کسی پارٹی کا ممبر ہوں اور نہ مجھے اس بارے میں معلومات ہیں، اور نہ میں نے آج تک کی سیاسی پارٹی کے پلیٹ فارم سے کوئی تقریر کی، اس لئے میں باادب اس سے معذرت خواہ ہوں۔

توجواباً مولانا نے فرمایا کہ اگر یہ کام پہلے بھی نہیں کیا تو اب کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر میں نے دوبارہ بڑی قوت سے اس کو قبول کرنے سے بوضاحت وقوت معذرت کر دی۔ تب مولانا نے معذرت قبول فرمائی، اور میں دیوبند واپس آ گیا۔

اس واقعہ کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن کا یہ عمل اور یہ فرمانا احقر کے گھرانے سے ایسی محبانہ اپنائیت کے تحت تھا جو ہمیشہ سے ان کے معزز خاندان لدھیانہ سے قائم تھا اور تقسیم ملک سے قبل یہ مخلصانہ تعلق طرفین میں کبھی الحمدللہ مضمحل نہیں ہوا۔

یہ مذکورہ باتیں جو حاشیہ خیال میں موجود تھیں اور ان کو کبھی قرطاس وقلم سے آشنائی حاصل نہیں ہوئی تھی، اب آپ کے فرمانے پر ہی بھولی بسری یادیں زیر قلم آ گئیں۔ اللہ طرفین کے ان آسودۂ رحمت اکابر رحمہم اللہ کی مبنی بر اخلاص یادوں کو ہمارے قلب و دماغ کے نہاں خانوں میں محفوظ رکھے۔، اس مرحلے پر یہ پر خلوص دعا نے شعری صورت اختیار کر لی ہے کہ:

یہ یادیں کچھ مجھے مانوس سی محسوس ہوتی ہیں
خلوص دل کی ان میں کچھ نمی محسوس ہوتی ہے

مولانا محمد سالم قاسمی صاحب
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

تاثرات

مولانا منظور نعمانی

الفرقان ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ کے شمارہ میں شائع ہوا۔

ماخوذ

الفرقان لکھنؤ، وفیات نمبر

اپریل، مئی، جون ۱۹۷۷ء، مطابق ۱۳۹۷ھ

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ
و مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

تحریر: مولانا منظور نعمانی

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ

ہندوستان کی تقسیم نے جو بہت سے مسائل خاص کر ہم مسلمانوں کے لئے پیدا کیے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہت سے وہ بزرگ یا عزیز جن سے انتہائی قریبی نسبی یا روحانی تعلق تھا وہ ہم سے امریکہ اور روس سے بھی زیادہ دور ہو گئے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ پاکستان کے موجودہ فوجی حکمرانوں نے قریبًا چھ سال سے ہر قسم کی کتابیں رسائل اور اخبارات کی آمد و رفت پر بھی پابندی لگا رکھی ہے جس کی وجہ سے بہت سے اہم واقعات و حادثات کا وقت پر علم بھی نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور **مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** متحدہ ہندوستان کے اکابر و مشاہیر علماء میں سے تھے۔ یقینًا ہندوستان کے طول و عرض میں سینکڑوں ایسے مسلمان ہیں جو ان بزرگوں سے محبت و عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں۔ ان بزرگوں کی وفات اب سے دو تین مہینے پہلے ہوئی لیکن پاکستان کے اخبارات و رسائل نہ آنے کی وجہ سے یہاں اس کی اطلاع بہت دیر سے ہو سکی۔

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ بڑے ممتاز صاحب درس اور وسیع النظر عالم تھے۔ خاص کر فن حدیث میں مولانا کا خاص مقام تھا۔ اسی کے ساتھ حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ارشد خلفاء میں سے تھے۔ ملک کی تقسیم سے پہلے جالندھر میں ان کا **مدرسہ خیر المدارس** دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور جیسے مدارس کے طرز پر اس وقت کے پنجاب کا سب سے بڑا اور بافیض مدرسہ تھا۔ بلکہ جہاں تک علم ہے سندھ اور صوبہ سرحد میں بھی اس وقت کوئی دینی درسگاہ اس درجہ کی نہیں تھی۔ تقسیم کے فیصلہ کے بعد جب مسلمانوں کو مشرقی پنجاب سے

پاکستان کے علاقوں میں منتقل ہونا پڑا تو مولانا مرحوم نے ملتان میں قیام کا فیصلہ فرمایا اور وہیں **خیرالمدارس** قائم کیا۔ پاکستان کے اس ابتدائی دور میں وہی سب سے بڑا مدرسہ تھا۔ بعد میں کراچی اور لاہور اور دوسرے شہروں میں بھی بڑے اور مرکزی مدارس قائم ہوگئے۔

تقسیم سے پہلے جبکہ خیرالمدارس اور حضرت مولانا کا قیام جالندھر میں تھا، کئی بار وہاں حاضری کا موقع ملا۔ قیامِ پاکستان کے بعد اگرچہ اس عاجز کے دو سفر مغربی پاکستان کے ہوئے، ایک سنہ ۱۹۵۲ء میں اور دوسرا ۱۹۵۷ء میں، لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے کسی سفر میں بھی ملتان اور خیرالمدارس میں حاضری نہ ہوسکی۔ البتہ ایک دفعہ غالباً کراچی سے لاہور آتے ہوئے ملتان اسٹیشن سے گزرنا تھا۔ حضرت مولانا کو اطلاع دلوادی تھی تاکہ کم از کم اسٹیشن ہی پر زیارت و ملاقات ہوسکے۔ حضرت ممدوح صاحب زادگان اور خیر المدارس کے طلبہ کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ اسٹیشن پر تشریف لائے۔ میرے لیے کھانا بھی گھر سے پکوا کر ساتھ لائے۔ جب ٹرین ملتان اسٹیشن پر پہنچی تو حضرت مولانا تشریف فرما تھے۔

میں نے اتر کر مصافحہ اور معانقہ کیا۔ مولانا نے ساتھ والے مجمع کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میں نے ان سب کو مصافحہ سے منع کردیا ہے تاکہ گڑبڑ اور تجھے زحمت نہ ہو اور اطمینان و سکون سے پاس بیٹھنے اور کچھ بات کرنے کا موقع مل جائے۔ (میں نے محسوس کیا کہ یہ خاص تھانوی ذوق و مزاج کی برکت ہے۔) پھر مجھے ساتھ لے کر پلیٹ فارم کے ایک گوشے میں تشریف لے آئے جہاں اسٹیشن کے ذمہ دار حضرات کی اجازت سے پورے مجمع کے بیٹھنے کا پہلے ہی سے انتظام کرلیا گیا تھا۔ سب لوگ حیرت انگیز نظم و سکون کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اگر بار محسوس نہ ہو اور طبیعت حاضر ہو تو اس موقع پر کچھ کہہ دے۔ میں نے تعمیل کو سعادت سمجھ کر طلباء سے کچھ عرض کیا اور دعا ہوئی۔ جب میری ٹرین کی روانگی کا وقت آیا تو مولانا سے آخری مصافحہ کرکے روانہ ہوگیا۔ یہی حضرت مرحوم کی آخری زیارت اور ملاقات تھی۔ وفات کی صحیح تاریخ کسی خط سے معلوم نہ ہوسکی۔ اندازہ یہ ہے کہ گزشتہ رمضان المبارک یا شوال (نومبر یا دسمبر) میں وفات پائی۔ اللہ تعالی مغفرت و رحمت کا خاص معاملہ فرمائے اور آپ کے علمی و دینی فیوض کے سلسلہ کو جاری رکھ کر درجات میں مسلسل ترقی کا وسیلہ بنائے اور اخلاف کو اخلاص اور اتباع مرضیات کی توفیق دے۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لودھیانویؒ لدھیانہ کے مشہور قدیم علمی خاندان کے ممتاز فرد تھے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے آخری دور کے تلامذہ میں سے تھے۔ ابتدائی زمانہ تدریس میں گزرا۔ اچھے اچھے مدرسوں میں صدر مدرس رہے بعد میں سیاسی تحریکات میں انہماک ہوگیا۔ کانگرس اور جمعیت علماء سے وابستہ اور اچھے عہدوں پر رہے۔ بار بار جیل بھی گئے لیکن ملک کی تقسیم کے فیصلہ کے بعد مشرقی پنجاب کے دوسرے عام مسلمانوں کی طرح ان کو بھی اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان منتقل ہونا پڑا۔

راقم سطور پر مفتی صاحب کا خاص الخاص احسان ہے۔ ناظرین الفرقان میری اس سرگزشت سے الفرقان ہی کے ذریعہ سے واقف ہو چکے ہیں کہ ابتدائی عربی تعلیم میں میرے کئی سال ضائع ہوئے۔ جس کے متعدّد اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ مجھے بہت کم عمری میں عربی یعنی اس کی صرف نحو شروع کرادی گئی تھی۔ اس کی مروجہ درسی کتابیں میزان، پنج گنج، نحو میر وغیرہ مجھے پڑھائی جاتی تھیں اور اس طرح پڑھائی جاتی تھیں کہ میں اس عمر میں بالکل نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس لیے وہ پڑھنا میرے لئے سراسر بوجھ تھا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ میرے اندر اس لاحاصل اور غیر مفہوم پڑھائی سے ایک طرح کی بیزاری تھی۔

میرے وطن سنبھل میں کئی عربی مدرسے تھے اور ہر سال میرا ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ جب ایک مدرسہ میں پڑھتے پڑھتے سال پورا ہو جاتا اور گھر والے محسوس کرتے کہ مجھے کچھ نہیں آیا تو اگلے سال دوسرے مدرسہ میں بھیج دیا جاتا۔ اس دوسرے مدرسہ میں سال پورا کرنے کے بعد بھی میں وہیں رہتا جہاں پہلے تھا۔ کئی سال میرے اسی طرح گزر چکے تھے کہ ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۸ء) میں **مولانا مفتی محمد نعیم صاحب** سنبھل کے **"مدرسۃ الشرع"** میں صدر مدرس ہو کر آگئے۔ ہمارے ہی محلہ کے ایک عالم صاحب نے جو اچھے طبیب بھی تھے میرے والد صاحب سے مفتی صاحب کا ذکر کیا اور مشورہ دیا کہ مجھے پڑھنے کے لیے ان کے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اگلے ہی دن میں ان کی خدمت میں **"مدرسۃ الشرع"** بھیج دیا گیا۔ انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھ گچھ کی۔ اس میں میرے ذاتی اور گھریلو حالات بھی پوچھے اور اندازہ لگایا کہ مجھے اس تعلیم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور بس مارے باندھے گھر والوں کے جبر سے اب تک مدرسوں میں جاتا رہا ہوں۔

انہوں نے اپنی باتوں سے مجھے مانوس کر کے بڑی شفقت سے فرمایا کہ تم سوچ سمجھ کر اپنے بارے میں خود فیصلہ کرو۔ اگر تمہارا ارادہ عربی پڑھنے کا نہیں ہے، کچھ اور پڑھنا یا کچھ اور کرنا چاہتے ہو تو صفائی سے ہم کو بتادو۔ ہم تمہارے والد صاحب کو مشورہ دیں گے کہ تم کو اس لائن پر لگائیں۔ اور اگر تمہارا ارادہ عربی پڑھنے کا ہو تو ہم تمہیں پڑھائیں گے اور خدا نے چاہا تو تم بہت جلد پڑھ لو گے۔ ان کے اس مشفقانہ اور حکیمانہ طرز عمل نے دل کے رخ کو بدل دیا اور میں نے پڑھنے کا ارادہ کر لیا اور مفتی صاحب سے عرض کر دیا۔ انہوں نے ایک خاص انداز سے پڑھانا شروع کیا اور واقعہ یہ ہے کہ میں جو کچھ کئی سال میں نہیں پڑھ سکا تھا وہ میں نے ان سے چند مہینوں میں پڑھ لیا۔ مفتی صاحب تو اس سال کے بعد سنبھل تشریف نہیں لائے لیکن میری تعلیم کی گاڑی صحیح لائن پر چل پڑی اور علم کا جو حصہ مقدر تھا وہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادیا۔

بہرحال میری تعلیم میں بنیادی حصہ **مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی علیہ الرحمۃ** کا ہے۔ اس لئے وہ میرے بہت بڑے محسن تھے۔ پچھلے دنوں دار العلوم دیوبند جانا ہوا تو پہلے وہیں ان کی خبر وفات سنی۔ اس کے بعد ساہیوال پاکستان سے ان کے بڑے صاحبزادے مولانا ضیاء الحسن صاحبؒ کا اطلاعی مکتوب بھی ملا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت و رحمت کا خاص معاملہ فرمائے۔ بالخصوص اس ناچیز پر ان کا جو علمی احسان ہے اس کا ان کو بہتر سے بہتر صلہ دار آخرت میں عطا فرمائے اور فضل خاص سے نوازے۔ ناظرین کرام سے بھی دعا کی استدعا ہے۔

تاثرات

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۲۴/ ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ بمطابق ۲۴ جنوری ۱۹۷۱ء

جلد ۱۶ شمارہ ۳۴

تحریر

عبدالرحمٰن لدھیانوی شیخوپورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲۴ر ذیقعد ۱۳۹۰ء

۲۲ر جنوری ۱۹۷۱ء

جلد ۱۶

شمارہ ۳۴

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

★ احادیث الرسولؐ

★ اداریہ

★ مولانا سید اسعد مدنی کیساتھ چند روز

★ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی

★ اسلام کا نظام حکومت

★ درس قرآن

★ حنین ابن اسحاق

★ پاکستان کے آئین سازوں سے

عکس اشاعت خدام الدین لاہور

مولانا مفتی محمد نعیم لودھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

مجاہدانہ کارناموں اور اسلامی خدمات پر ایک نظر

آپ کے دادا نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف سب سے پہلے کفر کا فتوےٰ صادر کیا

★ علماءِ لدھیانہ کی علمی و قومی خدمات کا تذکرہ ! ★

عبد الرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی کا گذشتہ دنوں ساہی وال میں انتقال ہوگیا ــــــ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ مفتی صاحب مرحوم جامع مسجد جناح کالونی لائلپور کے خطیب اور پاکستان کے ممتاز عالم دین تھے۔ آپ نے تحریکِ آزادی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر و استقامت کی توفیق بخشے۔ (ادارہ)

حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ اُس خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو قرونِ اولیٰ اور سلفِ صالحین کی یادگار تھا۔ یہ وہ خاندان تھا جس کے مورثِ اعلیٰ محی الملت حضرت مولانا عبدالقادرؒ درویش صفت اور ولئِ کامل تھے جو کہ ضلع لودھیانہ کے ایک موضع بلھیے وال میں سکونت پذیر تھے۔

یہ وہ خاندان تھا جس کو شاہ شجاع الملک والئے کابل کے بھائی شاہ زمان صاحب مذکورہ گاؤں سے خاص شہر لودھیانہ میں بصد منّت و سماجت اس شرط پر لائے تھے کہ میں موذن کے فرائض ادا کروں گا اور ایک غریب ترین محلہ میں آپ کو آباد کیا جائے گا۔

افغانستان کے دو قبیلوں میں جنگ ہونے کی وجہ سے سدوزئی قبیلہ کو شکست ہوئی تھی اور وہ قبیلہ انگریزوں کا حلیف تھا شاہ شجاع الملک کو قتل کر دیا گیا تھا اور شاہ زمان کو اندھا کر دیا گیا تھا۔ اور لودھیانہ میں ان کو پناہ گزین بنایا گیا تھا۔

یہ وہ خاندان ہے جس نے کتاب و سنّت کی اشاعت میں اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا۔ اور اپنے مواعظِ حسنہ سے شرک و بدعت کا قلع قمع کر رہے تھے۔ یہ خاندان رُشد و ہدایت کا مینار تھا

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے تھے (۱) حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب (۲) حضرت مولانا محمد صاحب اور (۳) حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب۔ بفضلہ تعالیٰ تینوں ہی یکتائے روزگار اور ہمہ صفت موصوف تھے اور تینوں ہی ضرب المثل "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" کے مصداق تھے۔ تصوّف، فقاہت اور فلسفہ و منطق میں بے مثال اور بے نظیر تھے۔

مولانا مفتی محمد نعیم صاحب حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کے صاحبزادہ تھے اور وہ لودھیانہ میں ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے تھے اور ان کے ایک بھتیجے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب بن مولانا محمد زکریا ابن مولوی محمد صاحب تھے۔ مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم تو گھر ہی میں حاصل کی اور بعدازاں فاضل دیوبند بنے۔ ۱۹۲۰ء سے ہی ہر دو حضرات نے علاوہ دینی خدمت کے سیاسیات میں حصّہ لینا شروع کر دیا تھا۔ کسی شاعر نے ہر دو حضرات کے حق میں چند اشعار بھی تحریر کئے ہیں ؎

عالموں کا خاندان ہے لودھیانے میں مقیم
فخر جس کا ہے حبیب اور ناز جسکا ہے نعیم
دینِ حق کو عام کرنا ان کا نصب العین ہے
مصطفیٰؐ کا نام نامی ان کے دل کا چین ہے
لرزہ براندام ہے ہر وقت ان سے قادیان
یہ اُڑا دیتے ہیں ہر جھوٹے نبی کی دھجیاں

یہ اس خاندان کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اپنی روحانی قوت اور کشف و الہام کے ذریعہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار دیا تھا۔ استخارہ کے ذریعہ معلوم کر لیا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک دنیادار شخص ہے۔ چنانچہ بعد ازاں ایسا ہی ثابت ہوا۔ اس کے دجل و فریب، مجددیّت اور نقلی نبوّت کا کھلم کھلا انکشاف ہو گیا اور وہ انگریزوں کا خود کاشت پودا تھا۔ چنانچہ عدالتوں نے بھی حال ہی میں اس کے کفر کا فیصلہ دیا۔

مفتی محمد نعیم صاحب نے ہمیشہ کلمۂ حق کا اعلان کیا جس میں آپ کو قید و بند کی صعوبتیں پیش آتی رہیں لیکن انہوں نے اعلائے کلمۃ حق کا فریضہ ادا کرنے میں مطلق کوتاہی نہیں کی۔ آج ملّتِ اسلامیہ ایک عالمِ باعمل اور مجاہد فی سبیل اللہ سے محروم ہو گئی ہے۔ آپ کا انتقال ۲۰ رشوال ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۷۰ء بمقام ساہیوال ہوا اور آپ کی تدفین بتاریخ ۲۱ دسمبر بمقام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوئی ہے۔ ہر دو مقامات پر ہزارہا لوگوں اور علمائے کرام نے جنازہ میں شرکت کی ہے۔ اللہ تعالےٰ

[illegible] رحمت [illegible] کے درجات [illegible] انا للہ و انا الیہ راجعون۔
مفتی محمد نعیم [illegible] کی ایک [illegible] شخصیت تھی جس کو ایک تو [illegible] نسبت سے بفضلہ تعالیٰ وافر حصہ [illegible] نے بخشا تھا اور دوسری [illegible] یہ ہوئی کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے

حاضرین قرآنی احکام سن کر روحانی خوراک حاصل کرتے تھے۔

ماہ رمضان میں ستائیسویں اور انتیسویں راتوں کو شبینہ، ختم القرآن دومنزلی مسجد اور مدرسہ عربیہ محمودیہ میں ہوا کرتا تھا جن میں چیدہ چیدہ حفاظ اور قراء قرآن خوانی میں شرکت فرماتے تھے۔

مدنی رح کے دل و جان سے شیدائی اور ان کے مسلک کے فدائی تھے جمعیت علماء ہند کے امیر رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی سربلندی، اشاعتِ دینِ متین اور استخلاص وطن کی جدّ و جہد کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ حضرت مفتی صاحب رح کا طرزِ بیان بالکل

[illegible] مرد مجاہد [illegible] حریت کے شہسوار تھے جن [illegible] تعلیم و تربیت کے تقریباً [illegible] گذرے جنہوں نے اپنے [illegible] کے دل میں آزادی کی [illegible] پھونک دی تھی ——— اور [illegible] و تبلیغ کتاب و سنت کا [illegible] چڑھا دیا تھا جس کی [illegible] مثل [illegible] ہے۔ شیخ الہند حضرت [illegible] محمود حسن صاحب اسیر مالٹا نے [illegible] کے قلب میں قرآن کا جذبہ [illegible] کر دیا تھا چنانچہ آپ نے [illegible] خدمت کو اپنی زندگی کا [illegible] متعین بنا لیا۔ قریباً پچاس [illegible] آپ نے لودھیانہ، راولپنڈی، [illegible] اور جناح کالونی [illegible] نہایت عمدگی سے مسلمانوں [illegible] کا درس دے کر ان کی [illegible] تشنگی بجھائی اور روحانی تسکین [illegible] ہزاروں عوام نے آپ سے [illegible] اور سینکڑوں علماء نے [illegible] کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر [illegible] قرآنی کے جواہر سے جھولیاں بھریں۔ [illegible] بھی تقریباً دس سال [illegible] کے درس قرآن میں شریک ہوتا [illegible] لودھیانہ میں دومنزلی مسجد [illegible] فجر کے نصف گھنٹہ بعد [illegible] تھا۔ اور آپ ہی کی [illegible] اور دعاؤں کی برکت [illegible] نے بھی اپنی مسجد میں [illegible] جاری کیا جو ۱۹۴۷ء تک [illegible]

مفتی محمد نعیم نے جمعہ کے خطبہ سے پہلے مسجد دومنزلی میں درس قرآن [illegible] ہوا تھا۔ جمعہ کے وقت [illegible] لوگوں کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ [illegible] گھنٹہ میں قرآنی آیات کے [illegible] بیان کئے جاتے تھے اور

مفتی صاحب [illegible] حضرت شیخ الہند سے [illegible] محبت تھی [illegible] انجمن اصلاح دارین کی زیرِ سرپرستی ایک عالی شان دینی مدرسہ قائم کیا تھا جس میں مقامی اور غیر مقامی طلبہ کو قرآن حفظ کرایا جاتا تھا اور مبلغین اور علماء پیدا کئے جاتے تھے۔
طالبات کے لئے بھی آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام "مدرسہ بنات الاسلام" رکھا گیا ——— سب سے پہلے آپ نے اپنی صاحبزادیوں کو خود قرآن و حدیث پڑھایا۔ بعد ازاں ان کی وساطت سے یہ فیض عام جاری کیا تاکہ مستورات بھی دینی علم اور کتاب و سنت سے محروم نہ رہیں۔
تقسیم ملک کے بعد مذکورہ مدرسہ ساہیوال میں منتقل ہو گیا اور یہ مدرسہ عرصہ ۲۳ سال سے باقاعدہ جاری ہے اور اس نے شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔
لائلپور جناح کالونی کی جامع مسجد میں بھی آپ متواتر عرصہ دس سال درس قرآن دیتے رہے۔
ایک تو آپ کے دادا مرحوم حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رح مجاہدِ ملت تھے اور انہوں نے اپنے وطن مالوف لودھیانہ شہر کو اسی مطمح نظر سے چھوڑا تھا اور جنگ آزادی کے بعد اپنے وطن مالوف کو واپس نہیں لوٹے۔
دوسرے آپ کے استاد مکرم اعلیٰ درجہ کے سیاست دان تھے اور انہوں نے استخلاص وطن کے لئے جزیرہ مالٹا میں قید کی صعوبتیں جھیلیں۔ ان [illegible] وجوہ کی بناء سے حضرت مفتی صاحب پر سیاست کا رنگ غالب تھا۔
آپ حضرت حسین احمد صاحب

[illegible] تھے [illegible] قرآنی تھا۔ آپ [illegible] کے ہمیشہ [illegible] پر سیاسی تقاریر کے دوران ہندوؤں اور سکھوں کے مجمعوں میں [illegible] مذہب اسلام کی سچائی بیان کیا کرتے تھے۔
حق تعالےٰ نے ایک طرف آپ کو آفتابِ شریعت بنایا تھا [illegible] دوسری طرف آپ کو میدان سیاست [illegible] ایک بہترین شاہسوار اور جنگ [illegible] کا ایک قابل ترین سپہ سالار [illegible] اغیار کے مقابلہ میں مجاہد [illegible] بنایا تھا تاکہ مذہب اور سیاست کے [illegible] میدانوں میں آپ مسلمانوں کی [illegible] رہبری اور قیادت فرما کر سلف صالحین کا ایک زندۂ جاوید نمونہ بنیں۔
مرحوم نے اپنی پوری زندگی دین اور وطن کے لئے وقف کر دی تھی [illegible] ہی وقت جہاں آپ ایک طرف مسند درس پر علوم کے دریا بہاتے ہوئے نظر آتے تھے تو دوسری طرف [illegible] وطن کے سیاسی پلیٹ فارم پر [illegible] انگریزوں کے خلاف ترکِ موالات کے پیغام بھی سناتے ہوتے دیکھے جا رہے تھے۔
حضرت مفتی صاحب رح کا علماء دیوبند سے خاص تعلق و رابطہ تھا۔ وہ [illegible] بگاہے لودھیانہ میں اپنے سفروں کے دوران میں ان کے ہاں ضرور قیام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب بڑے اعلیٰ میزبان تھے وہ ان حضرات کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔
آپ کو حضرت مولانا عبیداللہ سندھی، حضرت مولانا حسین احمد مدنی رح، حضرت علّامہ سید انور شاہ کشمیری رح، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح اور مولانا قاری محمد طیّب صاحب کے ساتھ والہانہ محبت اور عقیدت تھی۔ حضرت قاری صاحب موصوف جب کبھی تشریف لاتے تو آپ ضرور ان کی زیارت اور صحبت سے

مستفیض ہوتے۔ آپ وقتاً فوقتاً تبلیغی و اصلاحی پمفلٹ وغیرہ بھی شائع فرماتے رہتے۔ آڑے وقت کئی دفعہ آپ نے قنوتِ نازلہ طبع کرا کر لوگوں میں مفت تقسیم کرائی۔ شب برأت، رمضان مبارک زکوٰۃ اور عیدین کے احکام بھی رسائل کی تشکل میں چھپوا کر تقسیم فرمایا کرتے تھے

دینی مدارس کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرما کر اپنے فصیح و بلیغ مواعظِ حسنہ سے مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور مذاہب باطلہ کے عقائد کی سخت مذمت کیا کرتے تھے۔ آپ کی تقریر میں وہ اثر ہوتا تھا کہ ہزاروں قلوب پر رقت طاری

ہو جاتی تھی۔

آہ رخصت ہو گئے دنیا سے وہ شیخِ زمن
جامع الاوصاف یکتا مصلحِ دورِ فتن
ہوتے قاسم بھی تھی ان میں خوئے محمود حسن
پھول وہ مرجھا گیا گلزار تھا جس سے چمن

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے انتقال کے موقع پر

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے تاثرات

مولانا **مفتی محمد نعیم** لدھیانوی کا گزشتہ دنوں ساہیوال میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! مفتی صاحب مرحوم جامع مسجد جناح کالونی لائل پور کے خطیب اور پاکستان کے ممتاز عالم دین تھے۔ آپ نے تحریک آزادی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر واستقامت کی توفیق بخشے۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے مجاہدانہ کارناموں اور اسلامی خدمات پر ایک نظر

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو قرون اولیٰ اور سلف صالحین کی یادگار تھا۔ یہ وہ خاندان تھا جس کے مورثِ اعلیٰ مجاہد ملّت حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ درویش صفت اور ولی کامل تھے جو کہ ضلع لدھیانہ کے ایک موضع بلھیّے وال میں سکونت پذیر تھے

یہ وہ خاندان تھا جس کو شاہ شجاع الملک والی کابل کے بھائی شاہ زمان صاحب مذکورہ گاؤں سے خاص شہر لدھیانہ میں بصد منت وسماجت اس شرط پر لائے تھے کہ میں مؤذن کے فرائض ادا کروں گا اور ایک غریب ترین محلہ میں آپ کو آباد کیا جائے گا۔

افغانستان کے دو قبیلوں میں جنگ ہونے کی وجہ سے سدوزئی قبیلہ کو شکست ہوئی تھی اور وہ قبیلہ انگریزوں کا حلیف تھا۔ شاہ شجاع الملک تو قتل کر دیا گیا اور شاہ زمان کو اندھا کر دیا گیا تھا اور لدھیانہ میں ان کو پناہ گزین بنایا گیا۔ یہ وہ خاندان ہے جس نے کتاب وسنت کی اشاعت میں اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا اور اپنے مواعظِ حسنہ سے شرک وبدعات کا قلع قمع کر رہے تھے یہ خاندان رشد وہدایت کا مینار تھا۔

حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے تھے:

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ۔ حضرت مولانا محمد صاحبؒ۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ۔
بفضلہٖ تعالیٰ تینوں ہی یکتائے روزگار اور ہمہ صفت موصوف تھے اور تینوں ہی ضرب المثل "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" کے مصداق تھے۔ تصوف فقاہت اور فلسفہ و منطق میں بے مثال اور بے نظیر تھے۔

مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کے صاحبزادے تھے اور وہ لدھیانہ میں ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے تھے اور ان کے ایک بھتیجے مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ بن مولانا محمد زکریا بن مولوی محمد صاحب تھے۔ مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم تو گھر ہی میں حاصل کی اور بعد ازاں فاضل دیوبند بنے۔ ۱۹۲۰ء سے ہی ہر دو حضرات نے علاوہ دینی خدمات کے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ کسی شاعر نے ہر دو حضرات کے حق میں چند اشعار بھی تحریر کئے ہیں:

عالموں کا خاندان ہے لودھیانے میں مقیم
فخر جس کا ہے حبیب اور ناز جس کا ہے نعیم
دین حق کو عام کرنا ان کا نصب العین ہے
مصطفی کا نام نامی ان کے دل کا چین ہے
دل لرزہ براندام ہے ہر وقت ان سے قادیاں
یہ اڑا دیتے ہیں ہر جھوٹے نبی کی دھجیاں

یہ اس خاندان کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اپنی روحانی قوت اور کشف اور الہام کے ذریعہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار دیا تھا۔ استخارہ کے ذریعے معلوم کر لیا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک دنیادار شخص ہے۔ چنانچہ بعد ازاں ایسا ہی ثابت ہوا۔ اس کا دجل و فریب، مجدّدیت اور نقلی نبوت کا کھلم کھلا انکشاف ہو گیا اور وہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا تھا۔ چنانچہ عدالتوں نے بھی حال ہی میں اس کے کفر کا فیصلہ دیا۔

مفتی محمد نعیم صاحبؒ نے ہمیشہ کلمہ حق کا اعلان کیا جس میں آپ کو قید و بند کی صعوبتیں پیش آتی رہیں لیکن انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ آج ملت اسلامیہ ایک عالم باعمل اور مجاہد فی سبیل اللہ سے محروم ہو گئی ہے۔ آپ کا انتقال ۲۰ شوال ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۷۰ء بمقام ساہیوال میں ہوا اور آپ کی تدفین بتاریخ ۲۱ دسمبر بمقام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوئی ہے۔ ہر دو مقامات پر ہزارہا لوگوں اور علمائے کرام نے جنازہ میں شرکت کی

ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ہر کروٹ پر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ بخشے اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کی ایک ایسی شخصیت تھی جس کو ایک تو خاندانی نسبت سے بھی بفضلہٖ تعالیٰ وافر حصہ خدا نے بخشا تھا اور دوسری وجہ یہ ہوئی کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو استاد کامل دیا جو علاوہ اعلیٰ درجہ کے عالم وفاضل ہونے کے مرد مجاہد اور بطل حریت کے شہسوار تھے۔ ان کی زیر تعلیم و تربیت تقریباً دس سال گزارے۔ جنھوں نے اپنے شاگرد خاص کے دل میں آزادی کی روح پھونک دی تھی اور قرآن فہمی و تبلیغ کتاب و سنت کا ایسا رنگ چڑھا دیا تھا جس کی نظیر بمشکل ملتی ہے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ اسیر مالٹا نے آپ کے قلب میں قرآن کا جذبہ موجزن کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے قرآن کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا۔ قریباً پچاس برس آپ نے لدھیانہ، راولپنڈی، منڈی بہاؤالدین اور جناح کالونی لائل پور میں نہایت عمدگی سے مسلمانوں کو قرآن کا درس دے کر ان کی علمی تشنگی کی بجائی اور روحانی تسکین فرمائی۔ ہزاروں عوام نے آپ سے قرآن سمجھا اور سینکڑوں علماء نے آپ کے حلقہ درس میں بیٹھ کر معارفِ قرآنی سے جھولیاں بھریں۔

راقم السطور بھی تقریباً دس سال آپ کے درس قران میں شریک ہوتا رہا جو کہ لدھیانہ میں دو منزلی مسجد میں نماز فجر کے نصف گھنٹہ بعد ہوا کرتا تھا اور آپ ہی کی حوصلہ افزائی اور دعاؤں کی برکت سے بندہ نے بھی اپنی مسجد میں یہی سلسلہ جاری کیا جو ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔

مفتی محمد نعیمؒ نے جمعہ کے خطبہ سے پہلے مسجد دو منزلی میں درسِ قرآن جاری رکھا ہوا تھا۔ جمعہ کے وقت سینکڑوں لوگوں کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ ایک گھنٹہ میں قرآنی آیات کے اسرار و رموز بیان کئے جاتے تھے اور حاضرین قرآنی احکام سن کر روحانی خوراک حاصل کرتے تھے۔ ماہ رمضان میں ستائیسویں اور انتیسویں راتوں کو شبینہ ختم القرآن دو منزلی مسجد میں اور مدرسہ عربیہ محمودیہ میں ہوا کرتا تھا جن میں چیدہ چیدہ حفاظ اور قراء قرآن خوانی میں شرکت فرماتے تھے۔

مفتی صاحب کو اپنے استاد حضرت شیخ الہندؒ سے اتنی محبت تھی کہ انجمن اصلاح دارین کی زیر سرپرستی ایک عالی شان دینی مدرسہ قائم کیا تھا جس میں مقامی اور غیر مقامی طلباء کو قرآن حفظ کرایا جاتا تھا اور مبلغین اور علماء پیدا کیے جاتے تھے۔

طالبات کے لئے بھی آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس کا نام مدرسہ بنات الاسلام رکھا گیا۔ سب سے پہلے آپ نے اپنی صاحب زادیوں کو خود قرآن و حدیث پڑھایا۔ بعد ازاں ان کی وساطت سے یہ فیض عام جاری کیا تاکہ

مستورات بھی دینی علم اور کتاب و سنت سے محروم نہ رہے۔ تقسیم ملک کے بعد مذکورہ مدرسہ ساہیوال میں منتقل ہو گیا اور یہ مدرسہ عرصہ ۲۳ سال سے باقاعدہ جاری ہے اور اس نے شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔ لائل پور جناح کالونی کی جامع مسجد میں بھی آپ متواتر عرصہ دس سال درس قرآن دیتے رہے۔

ایک تو آپ کے دادا مرحوم حضرت مولانا عبدالقادر صاحب مجاہد ملت تھے اور انہوں نے اپنے وطن مالوف لودھیانہ شہر کو اسی مطمح نظر سے چھوڑا تھا اور جنگ آزادی کے بعد اپنے وطن مالوف کو واپس نہیں لوٹے دوسرے آپ کے استاد مکرم اعلیٰ درجہ کے سیاستدان تھے اور انہوں نے استخلاصِ وطن کے لیے جزیرہ مالٹا میں قید کی صعوبتیں جھیلیں۔ ان دو بناء سے حضرت مفتی صاحب پر سیاست کا رنگ غالب تھا۔

آپ حضرت حسین احمد صاحب مدنیؒ کے دل و جان سے شیدائی اور ان کے مسلک کے فدائی تھے۔ جمعیت علماء ہند کے امیر رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی سربلندی، اشاعت دین متین اور استخلاصِ وطن کی جدوجہد کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا طرز بیان بالکل انوکھا تھا اور دلوں پر گہرا اثر ڈالتا تھا۔ آپ کانگریس کے پلیٹ فارم پر سیاسی تقاریر کے دوران ہندوؤں اور سکھوں کے مجموعوں میں مذہب اسلام کی سچائی بیان کیا کرتے تھے حق تعالیٰ نے ایک طرف آپ کو آفتاب شریعت بنایا تھا اور دوسری طرف آپ کو میدانِ سیاست کا ایک بہترین شاہ سوار اور جنگ آزادی کا ایک قابل ترین سپہ سالار اور تسلط اغیار کے مقابلہ میں مجاہد اعظم بنایا تھا تاکہ مذہب اور سیاست کے ہر دو میدانوں میں آپ مسلمانوں کی بہترین رہبری اور قیادت فرما کر سلف صالحین کا ایک زندہ جاوید نمونہ بنیں۔

مرحوم نے اپنی پوری زندگی دین اور وطن کے لیے وقف کر دی تھی۔ ایک ہی وقت میں جہاں آپ ایک طرف مسندِ درس پر علوم کے دریا بہاتے ہوئے نظر آتے تھے تو دوسری طرف آزادئ وطن کے سیاسی پلیٹ فارم پر ظالم انگریزوں کے خلاف ترکِ موالات کے پیغام بھی سناتے ہوئے دیکھے جا رہے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کا علماء دیوبند سے خاص تعلق و رابطہ تھا۔ وہ گاہے بگاہے لدھیانہ میں اپنے سفر کے دوران میں ان کے ہاں ضرور قیام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب بڑے اعلیٰ میزبان تھے۔ وہ ان حضرات کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

آپ کو حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ، شیخ التفسیر

حضرت مولانا احمد علیؒ اور مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ساتھ والہانہ محبت اور عقیدت تھی۔ حضرت قاری صاحب موصوف جب کبھی تشریف لاتے تو آپ ضرور ان کی زیارت اور صحبت سے مستفیض ہوتے۔ آپ وقتاً فوقتاً تبلیغی واسلامی پمفلٹ وغیرہ بھی شائع فرماتے رہتے۔ آڑے وقت کئی دفعہ آپ نے قنوتِ نازلہ طبع کرا کر لوگوں میں مفت تقسیم کرائی۔ شب برأت، رمضان مبارک، زکوۃ اور عیدین کے احکام بھی رسائل کی شکل میں چھپوا کر تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

دینی مدارس کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرما کر اپنے فصیح و بلیغ مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور مذاہب باطلہ کے عقائد کی سخت مذمت کیا کرتے تھے۔ آپ کی تقریر میں وہ اثر ہوتا تھا کہ ہزاروں قلوب پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔

آہ رخصت ہو گئے دنیا سے وہ شیخ زمن
جامع الاوصاف، یکتا، مصلح دورِ فتن
بوئے قاسم بھی تھی ان میں خوئے محمود حسن
پھول وہ مرجھا گیا گلزار تھا جس سے چمن

تحریک ریشمی رومال کے سرگرم کارکن، مجاہد آزادی
حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ

ماخوذ

قافلہ علم وحریت

مرتب

محمد عثمان رحمانی لدھیانوی

عکس ٹائٹل کتاب قافلہ علم وحریت

تحریک ریشمی رومال کے سرگرم کارکن، مجاہد آزادی
حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ

علمائے لدھیانہ کے مجاہدین خاندان میں مجاہد آزادی ۱۸۵۷ء حضرت مولانا شاہ عبداللہ صاحب لدھیانویؒ کے فرزند جلیل حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم لدھیانہ کے مشہور مدرسہ **"مدرسہ اللہ والا"** میں حضرت مولانا شاہ محمد صاحب لدھیانویؒ سے حاصل فرمائی اور پھر آپ کے والد محترم نے امرتسر مولانا نور محمد صاحبؒ کے مدرسہ میں داخل کروایا جہاں سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ لدھیانہ آئے۔آپ علمائے لدھیانہ کے معروف خاندان کے اول فرزند ہیں جو کہ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنے گئے۔یعنی آپ کی ذات سے علمائے لدھیانہ کا دارالعلوم دیوبند سے علمی شتہ قائم ہوا۔اس سے قبل تمام علمائے لدھیانہ یا تو براہ راست ولی اللّٰہی خاندان دہلی سے سندیافتہ تھے یا پھر خود اپنے اکابر سے مکمل تعلیم حاصل کر کے میدانِ عمل میں آئے۔

جس وقت آپ کا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں ہوا تو آپ کی عمر صرف ۱۳ سال کی تھی۔ مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** کا شمار شیخ الہند حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ کے خاص تلامذہ میں ہوتا ہے۔آپ نے ۱۹۱۱ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل فرمائی۔ دار العلوم کی سند کے علاوہ شیخ الہندؒ نے **مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** کو اپنی طرف سے خصوصی سند بھی عطا فرمائی۔ دورۂ حدیث شریف کے بعد آپ دار العلوم دیوبند میں افتاء کی تعلیم حاصل کرنے لگے جسے ایک سال میں مکمل فرمایا۔

حضرت شیخ الہندؒ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ تعلیم مکمل ہونے کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو اس وقت کے مشہور مدرسہ مئوناتھ ضلع اعظم گڑھ یوپی میں صدر مدرس متعیّن فرمایا۔ **مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ** نے استاد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دو برس تک مئوناتھ بھنجن کے مدرسہ میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔جس کے بعد آپ لدھیانہ تشریف لے آئے جہاں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل فرمائی تھی۔مہتمم مقرر ہوئے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ مدرسہ اللہ والا کو آپ نے مزید وسیع فرمایا اور اس کی شاخیں قائم کیں۔

تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ مکمل طور پر سیاسی اور علمی سرگرمیوں میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ ملک کو انگریز کی غلامی سے چھڑوانے اور آزاد حکومت کا قیام آپ کا مقصد تھا۔ لدھیانہ ہی نہیں بلکہ پنجاب اور پورے ہندوستان کے علمی اور سیاسی حلقوں میں آپ کو عزت اور وقار کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ غیر مسلم عوام بھی آپ کے معتقد تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی صاحبؒ نے وقتاً فوقتاً ایک طویل عرصہ صدائے حق کی پاداش میں انگریزی جیلوں میں گزارا۔ آپ کی سیاسی بصیرت کے جہاں تمام سیاست دان قائل تھے وہیں انگریز حکومت آپ سے حد درجہ خائف رہا کرتی تھی۔ آپ کے والد مرحوم نے چونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں پنجاب سے مسلح بغاوت میں نمایاں طور پر شرکت کی تھی اور انگریز کے خلاف میدانِ جنگ میں دست بدست جہاد کیا تھا اس لیے آپ بھی اپنے والد مرحوم کی طرح انگریز حکومت سے بے خوف ہو کر ٹکرانے کیلئے ہمہ وقت تیار رہا کرتے تھے۔

جب شیخ الہند حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ نے ریشمی رومال تحریک شروع فرمائی تو شیخ الہندؒ کے ارشاد پر آپ بھی اس تحریک میں شامل ہو گئے اور سرگرمی سے اپنا کام انجام دینے لگے۔ تحریک کے سلسلہ میں پشاور روانہ ہوئے۔ راستہ میں مخبری ہونے کی وجہ سے گرفتار کر لئے گئے اور تحریک ریشمی رومال میں شامل ہونے کے جرم میں حکومت نے آپ کو تین سال تک لگاتار جیل میں مقید رکھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ تا زندگی فتنہ قادیانیت کے خلاف سینہ سپر رہے۔ قابل ذکر ہے کہ آپ کے والد مرحوم نے مرزا غلام قادیانی کو (جب وہ لدھیانہ آیا) بھری محفل میں اس کی صورت دیکھ کر کافر کہہ دیا تھا۔ آپ ایسے باپ کے بیٹے تھے جنھوں نے قادیانی کے خلاف ابتداء میں ہی فتویٰ دیا تھا۔ آپ نہایت زبردست فقیہ تھے۔ قادیانیت کی شرانگیزیوں سے مکمل طور پر آشنا تھے۔ **حضرت مفتی محمد نعیم صاحبؒ** نے مقدمہ بہاولپور جس میں عدالتی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا، میں علمائے لدھیانہ کی جانب سے شرکت فرمائی۔ جب آپ فتنہ قادیانیت کے متعلق خطاب کرتے تو عام و نافہم انسان بھی چند لمحوں میں آسانی سے سمجھ جایا کرتا تھا کہ مرزا غلام قادیانی نبی نہیں، انگریزی پٹھو ہے اور "قادیانی" جماعت نہیں بلکہ انگریز حکومت کا "شعبہ انتشارِ مسلم" ہے۔

مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ ابتداء سے ہی جمعیت العلماء ہند میں شامل رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے دور میں جب حضرت مدنیؒ جمعیت العلماء کے صدر تھے تو مفتی صاحب جمعیت العلماء ہند کے نائب صدر ہوا کرتے تھے۔ آپ تقسیم ہند تک لگاتار جمعیت کے نائب صدر رہے۔ ۱۹۳۰ء میں جب امروہہ کے

اجلاس میں جمعیت نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا ریزولیشن منظور کیا تو اس اجلاس میں یہ ریزولیوشن مفتی صاحب نے ہی پیش کیا اور ریزولیوشن منظور کیا گیا۔ مکمل آزادی کا ریزولیوشن پاس ہونے کے بعد جب اجلاس ختم ہوا جب اجلاس ختم ہوا تو انگریز پولیس نے آپ کو گرفتار کر لیا اور ریزولیوشن پیش کرنے کے جرم میں دو سال قید کی سزا ہوئی۔ رہائی کے بعد آپ نے از سرِ نو انگریز حکومت کو ختم کرنے کیلئے سرگرمی سے اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ اکثر و بیشتر آپ کے خطاب کو سننے والے نوجوان وطن کی جنگ آزادی کی راہ میں نکل آنے کو مجبور ہو جایا کرتے تھے۔ ۱۹۴۳ء میں جب **"انگریزو! ہندوستان چھوڑ دو"** تحریک شروع ہوئی تو مفتی صاحب اس میں پیش پیش رہے۔ اس تحریک میں شامل ہونے پر انگریز حکومت نے بغیر مقدمہ چلائے آپ کو دو سال تک انبالہ سینٹرل جیل میں کیا تھا۔

قصہ خوانی بازار پشاور میں جب سرخ پوشوں پر گولی چلائی گئی اور کئی سو مسلمان شہید کر دیے گئے تو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی طرف سے پٹیل تحقیقاتی کمیٹی مقرر ہوئی۔ اس کمیٹی کے سیکریٹری **حضرت مولانا مفتی نعیم صاحبؒ** نامزد ہوئے۔ کمیٹی کا اجلاس راولپنڈی میں شروع ہوا کیونکہ حکومت سرحد نے پٹیل کمیٹی کا داخلہ سرحد میں ممنوع قرار دے دیا تھا۔ **مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ** نے ۸۸ شہادتیں قلمبند کریں اور رپورٹ بنا کر پٹیل کمیٹی کو پیش کی۔ ان شہادتوں کی بنیاد پر پٹیل کمیٹی کی رپورٹ شائع ہوئی جس میں جلی حروف میں تحریر کیا گیا تھا کہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں سرحد کے سرخ پوش خدائی خدمتگاروں نے جو قربانیاں پیش کی ہیں اور ۸۰۰ مسلمان پٹھان جس ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ سرِ بازار سینوں پر گولیاں کھا کر شہید ہوئے ایسی مثال ہندوستان کے کسی صوبے میں کسی قوم نے پیش نہیں کی۔ ہندوستان کی تمام قوموں کی قربانیوں کی طویل داستان سرخ پوشوں کی قربانیوں کے مقابلے میں ایک ادنیٰ سی کہانی بن کر رہ گئی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ نے پٹیل کمیٹی کی رپورٹ مرتب کرنے میں جس فہم اور تدبیر کا ثبوت دیا وہ کمیٹی کے نزدیک ایسا کارنامہ تھا جس پر انہیں مبارکباد کا مستحق قرار دیا گیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے مفتی صاحب کا تازندگی مضبوط تعلق قائم رہا۔ ملک کے سیاسی لیڈران بالخصوص پنجاب کے کانگریس لیڈران میں آپ بیحد مقبول تھے۔ لدھیانہ سٹی کانگریس کے عہدیداران آپ سے سیاسی امور میں مشورہ کرنا ضروری خیال کرتے تھے۔ آپ اپنی جوانی کے دور میں لدھیانہ شہر کے سرگرم سیاسی لیڈروں میں سے تھے۔

تقسیم ہند کے آپ سخت مخالف تھے۔ جب تقسیم ہوئی تو آپ خاندان کے ہمراہ ٹوبہ ٹیک سنگھ (پاکستان) تشریف لے گئے۔ گرچہ آپ کے دل میں وطن عزیز کو چھوڑنے کا رنج تھا لیکن آپ نے ہمت اور صبر کا بے پناہ مظاہرہ کیا۔ آپ نے وطن سے اجڑ کر آئے مہاجرین کا ساتھ دیا اور مہاجرین کی کفالت فرمائی۔ پاکستان میں **حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** کو علمائے لدھیانہ کا سرخیل تسلیم کیا جاتا تھا۔ آپ نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دارالافتاء کا قیام کیا۔ آپ دا رالافتاء علمائے لدھیانہ کے منصب سے بلا کسی اجرت کے فتوے دیا کرتے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کی اہلیہ انتقال فرما گئیں۔ اس دور میں آپ راولپنڈی کی جامع مسجد میں خطیب رہے اور یہاں آپ نے دس سال تک درس و تدریس اور خطابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ تقسیم ہند کے وقت لدھیانہ سے ہجرت کرنے والے زیادہ تر افراد نے فیصل آباد میں قیام کیا اور جب فیصل آباد میں جامع مسجد کا قیام کیا گیا تو اہل لدھیانہ اصرار کر کے آپ کو وہاں لے گئے۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ جید عالم دین تھے۔ آپ سے بے شمار طالب علموں نے علم دین حاصل کیا۔ آپ کے شاگردوں میں مشہور عالم دین لکھنؤ کے مولانا محمد منظور نعمانی اور شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ شامل ہیں۔ تقسیم ہند کے سانحہ کے کافی عرصہ بعد جب دونوں ممالک کے حالات سازگار ہوئے اور مشرقی پنجاب میں رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے حکم پر ان کے فرزندوں اور جاں نثاروں نے اشاعت اسلام کا کام شروع کیا تو **حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** اپنے وطن لدھیانہ تشریف لائے۔ گرچہ لدھیانہ کے حالات تقسیم ہند کے بعد تبدیل ہو گئے لیکن جب غیر مسلم عوام نے دیکھا **مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** تشریف لائے ہیں تو انہوں نے آپ کا پرجوش استقبال کیا۔ آپ کے خیر مقدم میں ایک عظیم الشان تقریب مقرر کی گئی جس میں ہزاروں غیر مسلم عوام موجود تھے۔ اس موقع پر آپ نے پرسوز خطاب فرمایا۔ لدھیانہ میں آباد کروائی گئی مساجد اور بھتیجوں (مفتی محمد احمد رحمانی لدھیانویؒ، مفتی سعید الرحمن لدھیانویؒ) کے اشاعت اسلام کے کام کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔

مفتی صاحبؒ تا عمر دین اسلام کی خدمت میں ہمہ وقت سرگرم رہے۔ آخر ۱۹۷۱ء ماہ جنوری میں علمائے لدھیانہ کا یہ عظیم فرزند ۸۳ سال کی عمر میں اپنے مالک حقیقی سے جاملا۔ **اناللہ وانا الیہ راجعون**۔ آپ کو پاکستان کے شہر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دفن کیا گیا۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے　　　سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی قومی وملّی خدمات

(ماہنامہ خدام الدین، اشاعت: ۳۰ جولائی ۱۹۷۱ء)

تاثرات: میاں محمد ارشد جاوید طالب علم پنجاب کمرشل کالج لاہور

قرآن حکیم کی خیر وبرکت سے آئے دن کوئی نہ کوئی بزرگ پیدا ہوتا ہے جو لاکھوں آدمیوں کے لئے مشعلِ راہ کا کام دیتا ہے اور رخصت ہوجانے پر ایسے نقوش چھوڑ جاتا ہے جو آنے والی نسلوں کے لیے ایک مقدس اور قابل تقلید مثال رہتی ہے۔ ایسے ہی بزرگوں میں سے ہمارے حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو ماہ دسمبر ۱۹۷۰ء کی ۱۹ تاریخ کو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔ حضرت مولانا ۱۹ دسمبر بروز اتوار ساہیوال میں اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت قبلہ مفتی صاحبؒ اس قحط الرجال کے تاریک دور میں شمع فروزاں کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور ان کے دم قدم سے ارشاد وسلوک کی محفل آباد تھی۔ اور برصغیر پاک وہند میں ان کے فیض روحانی اور تلقین وتبلیغ کی وجہ سے لاکھوں مسلمان راہِ ہدایت پر گامزن تھے۔ افسوس کہ یہ شمع بجھ گئی اور دنیا ایک مرد باصفا سے ہمیشہ کے لیے محروم ہوگئی۔ علمائے دیوبند کے نزدیک حضرت مفتی صاحبؒ کی وفات ایک بہت بڑا حادثہ ہے۔ افسوس کہ اچھے اور جامع صفات انسان جو کہ خال خال ہیں، رخصت ہو رہے ہیں لیکن ان کے جانے سے جو خلا پیدا ہوجاتا ہے۔ اس کے پر ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

حضرت قبلہ عالم مفتی صاحب علم وفیض کا محبوب پیکر اور سادگی وتواضع کا دل کش مجسمہ تھے۔ طبیعت باغ وبہار

تھی۔ سچ یہ ہے کہ ان کو دیکھ کر قلب کو تازگی اور روح کو بالیدگی نصیب ہوتی تھی۔

حالاتِ زندگی

حضرت مفتی صاحب ۱۸۸۹ء میں لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مولانا مفتی محمد عبد اللہؒ اور دادا مولانا محمد عبد القادرؒ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے مجاہدین میں سے تھے۔ اور تاحیات انگریزی استعمار کے خلاف نبرد آزما رہے۔ اسی نسبت سے حضرت مفتی صاحبؒ اپنے آپ کو پیدائشی "باغی "فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی کیونکہ آپ کا گھرانہ ممتاز علماء حق پر مشتمل تھا۔ کچھ عرصہ آپ مولانا نور احمدؒ کے ہاں امرت سر میں زیر تعلیم رہے۔ وہاں آپ کے رفقائے درس میں امیر شریعت مولانا سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا حبیب الرحمٰنؒ تھے۔[۱] علوم وفنون کی تکمیل کے لیے آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوگئے جہاں آپ نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ سے خصوصی شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ، محدث کشمیری مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ، مولانا سراج احمدؒ، مولانا غلام رسولؒ، قاری عبد الوحیدؒ شامل ہیں۔ آپ نے حضرت شیخ الہندؒ اسیر مالٹا سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔

۱۹۱۹ء میں آپ ملک کی سیاست میں شریک ہوئے اور جمعیت علماء ہند سے جد و جہد کا آغاز کیا۔ آپ جمعیت علماء ہند کے پالیسی ساز قائدین میں سے تھے۔ اور جمعیت علمائے ہند کی اہم تجاویز میں آپ محرک یا مؤید ہوتے۔ آپ جمعیت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ ناظم عمومی جمعیت علماء ہند، امیر جمعیت۔[۲]

آپ ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۳ء، ۱۹۳۴، ۱۹۴۲ء میں جیل گئے۔ ۱۹۴۲ء میں "انگریزو! ہندوستان چھوڑ دو" کی تحریک میں آپ نے نمایاں حصہ لیا۔ لدھیانہ میں آپ خاندانی درس گاہ مدرسہ محمودیہ اللہ والا کے مہتمم تھے۔ اس کے علاوہ آپ

---

(۱) میرے خیال میں اس مضمون کے مصنف سے غلطی ہوئی۔ حضرت مفتی نعیم صاحبؒ کے رفقائے درس میں مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کبھی بھی نہ تھے۔ اور میری تحقیق اور علم کے مطابق حضرت مفتی نعیم صاحبؒ شاید کبھی بھی مولانا نور احمدؒ یا مولانا نور محمد صاحبؒ کے شاگرد نہیں رہے ہیں۔ (مشہود مفتی)

(۲) سعودی عرب کے شاہ عبدالعزیزؒ اور شاہ سعودؒ سے ملاقات کی تفصیلات کے لیے دیکھیے کتاب: ''مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت علماء ہند کی زریں خدمات'' مصنف مشہود مفتی

نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے مشوروں سے مدرسہ بنات الاسلام جاری فرمایا[1] جس کے مہتمم مہتمم مولانا مفتی ضیاء الحسنؒ تھے۔

پاکستان بننے کے بعد

تقسیم ملک کے بعد آپ کا خاندان پاکستان آگیا اور آپ تبلیغی اور تعلیمی خدمات میں منسلک رہے۔ سیاست سے آپ نے کنارہ کشی اختیار کرلی اور ضلع گجرات کے شہر منڈی بہاؤالدین کی مرکزی جامع مسجد میں خطیب مقرر ہوگئے۔ آپ کا دیگر خاندان ٹوبہ ٹیک سنگھ اور ساہیوال میں آباد ہوگیا۔ آپ کے علم کا شہرہ بہت تھا۔ قرآن وحدیث پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ بڑے بڑے اساتذہ آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرتے تھے۔ عرب ممالک میں آپ کی قرآن فہمی اور علم حدیث کا بہت چرچا تھا۔ اسی بنا پر شاہ عبد العزیز، شاہ سعود اور سعودی عرب کے علماء نے آپ کو خلعت بھی عطا فرمائی تھی۔

آپ کی زیر سرپرستی کئی ہائی سکول اور تعلیمی مدارس جاری ہیں۔ منڈی بہاؤالدین سے آپ منڈی وار برٹن میں تشریف لے آئے[2] اور تقریباً آٹھ سال تک تبلیغی اور تعلیمی خدمات کے سلسلے میں یہاں مقیم رہے۔ اسی دوران لائل پور کے شہریوں نے بڑی ہی کوشش وکاوش سے آپ کی خدمات لائل پور کی عظیم الشان جامع مسجد حنفیہ دیوبندیہ جناح کالونی میں بطور خطیب حاصل کیں اور آپ لائل پور تشریف لے آئے۔ زندگی کے آخری آٹھ سال آپ نے یہاں گزارے۔ جمعۃ المبارک کا سب سے بڑا اجتماع لائل پور میں جامع مسجد کچہری بازار کے بعد جامع مسجد جناح کالونی میں ہوا کرتا تھا۔ لوگ دور دور سے آپ کی تقریر سننے حاضر ہوا کرتے تھے۔

---

(۱) مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ ۱۹۴۱ء میں جاری ہوا۔ دیکھیے کتاب روئیداد مدرسہ بنات الاسلام

(۲) منڈی وار برٹن میں مفتی محمد نعیم صاحبؒ کبھی بھی رہائش پذیر نہیں رہے۔ منڈی بہاؤالدین سے فیصل آباد شفٹ ہوگئے تھے اور فیصل آباد جامع مسجد جناح کالونی کے خطیب اپنی وفات تک رہے۔ البتہ منڈی وار برٹن میں آپ کی صاحبزادی محترمہ کلثوم مفتیؒ کے مدرسہ بنات الاسلام ساہیوال کی ایک خاتون استاد نے مدرسہ بنات الاسلام مفتی محمد نعیم صاحبؒ اور ان کی صاحبزادی محترمہ کلثوم مفتیؒ کی سرپرستی میں قائم کیا تھا۔

وفات

رمضان المبارک کے شروع میں آپ کو تکلیف ہوئی جو شدت اختیار کر گئی۔ لیکن آپ روزہ رکھتے رہے جس سے بے حد کمزور ہو گئے۔ ۲۶ رمضان المبارک کو آپ کو بحالت بیماری لائل پور سے ساہیوال آپ کے بڑے صاحب زادے مولانا مفتی ضیاء الحسن صاحبؒ کے یہاں منتقل کر دیا گیا۔ جہاں آپ ۱۹ دسمبر بروز اتوار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (۱)

آپ نے آخری تحریر میں یہ اشعار چھوڑے ہیں:

الٰہی جب ہوں رخصت میں جہاں سے
تیرا ہی نام ہو جاری زباں سے
ہوں آساں مشکلیں میری دمِ مرگ
تیری رحمت سے اور تیری اماں سے

نمازِ جنازہ

آپ کے جنازہ کی نماز ساہیوال میں مولانا محمد عبداللہؒ خطیب شہر نے پڑھائی جس میں مولانا محمد عبد اللہؒ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ، مولانا فاضل حبیب اللہ جالندھری صاحبؒ مہتمم جامعہ رشیدیہ، مبلغ اسلام صوفی احمد یار صاحبؒ، مولانا عبدالعزیز صاحبؒ لدھیانوی خطیب مسجد نور، مولانا عبدالرحیمؒ خطیب مسجد دو منزلی اور ہزار ہا عقیدت مندوں اور اہلیانِ ساہیوال نے شرکت کی۔

تدفین

آپ کی تدفین ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوئی جہاں نماز جنازہ مولانا محمد یحیٰ صاحب لدھیانویؒ (۲) نے پڑھائی جس میں

---

(۱) مفتی محمد نعیم صاحب کے صاحبزادے مفتی ضیاء الحسینؒ نے اپنی کتاب "علماء لدھیانہ اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی" میں آپ کی تاریخ پیدائش ۱۸۸۸ء اور وفات ۱۹۷۰ء بیان کی ہے۔

(۲) مولانا محمد یحیٰ لدھیانویؒ حضرت مولانا زکریا لدھیانویؒ کے صاحبزادے اور صدر احرار ہند مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ کے بھائی تھے۔

لائل پور، سرگودھا، ساہیوال، کمالیہ، ملتان سے ممتاز علماء، دینی جماعتوں کے رہنما، مدارس عربیہ کے مہتمم حضرات اور دیگر ہزارہا لوگ شریکِ جنازہ ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر تقریباً ۸۰ سال تھی۔ آپ کے صاحبزادگان میں مولانا مفتی ضیاء الحسنؒ فاضل دیوبند، مولانا محمد طیبؒ فاضل دیوبند، مولانا ضیاء الحسینؒ فاضل دیوبند اور دیگر پسماندگان میں سے میاں عبدالوارث لائل پوریؒ، سید احمد نعیمؒ اسسٹنٹ ڈائریکٹر لیبر ویلفیئر پنجاب، میاں زیاد احمد شامل ہیں۔

مولانا سمیع الحق صاحبؒ اکوڑہ خٹک

کی زبانی

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کا تعارف

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مشاہیر علماء اور جنگ آزادی میں نمایاں حصہ لینے والے علماء میں سے تھے، اکابر علماء کے ساتھ ہمیشہ تعلق رہا۔ رد قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے ساتھ بھی کام کیا۔ لدھیانہ کے معروف خاندان کے رکن رکین تھے۔ پرجوش خطابت کا ملکہ خدا نے دیا تھا۔ غالباً دیوبند کے زمانہ سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ سے دلی روابط پیدا ہوئے تھے۔

مکتوبات مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

بنام حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک

(۱)

(حضرت مدنی کی جدوجہد اور خدمات۔ سرحد کے انتخابات میں علماء لائحہ عمل طے کریں۔ وزیر اعظم سے ملنے کا کوئی پروگرام بنایا جائے۔ صوبہ سرحد کے اختلافات کم کرنے چاہئیں)

---

۲ شوال ۱۳۷۰ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۵۱ء

مکرمی بندہ دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

اخلاص نامہ موصول ہو کر انتہائی مسرت کا باعث بنا۔ جن جذبات اور احساسات کا آپ نے اظہار فرمایا ہے اس کا تہِ دل سے ممنون ہوں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہم پسماندگان کو حضرت مدنی مدّ ظلہ العالی کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ ورنہ ہم تو حقیقتاً اتنے پسماندہ ہیں کہ حضرت مدنی مدظلہ کی طرف ہمیں نسبت کرنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے جو کہ وہ ہندوستان میں اکیلے کروڑوں مسلمانوں کی حفاظت اور دینی خدمات انجام فرما رہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بیش از بیش خدمت اسلام انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

جہاں تک میرا معاملہ ہے، اس کے متعلق میں آپ حضرات کی مشکلات سے اور جلسوں کی مشکلات سے واقف ہوں، کیونکہ جن لوگوں کے مسلک سے پورا اتفاق رائے نہ ہو ان سے کام لینے میں انہیں کے مسلک کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ صوبہ سرحد میں انتخابات ہونے والے ہیں، تمام علماء کرام کو ایسا طریق کار اختیار کرنا چاہیے جس سے کچھ نہ کچھ علماءِ کرام بھی انتخابات میں کامیاب ہو سکیں اور صوبہ کے اختلافات کو کم کرنے کی کوشش میں

حصہ لے سکیں اور اہل اسلام کو سربلند کر سکیں۔ اس سلسلہ میں اگر علماء کرام کوئی پروگرام بنا کر کسی متفقہ فیصلہ کے مطابق وزیراعظم صاحب سے ملاقات کریں اور اس سلسلہ میں میری بھی ضرورت ہو تو اس اختلاف کو کم کرنے کے لیے میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہوں۔

میری رائے میں نظامِ اسلام کے نفاذ پر جہاں تک صوبہ کے اختیارات کا تعلق ہے تمام علماء کرام کو متفقہ طریق پر وزیراعظم صاحب سے فیصلہ کر کے تمام مسلمانانِ سرحد کو ایک مرکز پر لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر علماء کی جماعت اس میں اقدام کرے گی تو مجھے کامل امید ہے کہ وہ کامیاب ہوگی اور یہ اسلام اور پاکستان کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور علماء کرام کے وقار سے اسلام کا وقار بھی بڑھ جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ مفصل حالات سے ضرور مجھے مطلع فرمائیں گے۔ والسلام

بندہ محمد نعیم از ٹوبہ ٹیک سنگھ

(۲)

۲۵فروری ۱۹۵۳ء

(حقانیہ جلسہ میں شرکت۔ مسئلہ ختم نبوت کا معاملہ شروع ہو چکا ہے۔)

مخدومنا المکرم دام لطفکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

دعوت نامہ موصول ہو کر انتہائی مسرت کا باعث ہوا۔ اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ میرے جیسا بیکار آدمی آپ کا کام بہت کم کرتا ہے لیکن آپ کے مصارف زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں آتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ محض تعمیلِ ارشاد کی وجہ سے مجبوراً حاضر ہونا پڑتا ہے۔ اگر اپنے حالات کے مطابق آپ کوئی دقّت محسوس فرماویں تو ہمیں قطعاً کوئی شکایت نہ ہوگی ورنہ اگر حاضری ضروری ہی ہوگی تو حاضر ہو جاؤں گا۔ جملہ حضرات کی خدمت میں سلامِ مسنون عوض ہے۔ مسئلہ ختم نبوت کا معاملہ شروع ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ انجام اچھا فرمائے۔ دیکھیں اس وقت حالات کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے۔ واقفین

حضرات کی خدمت میں سلامِ مسنون عوض ہے۔فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفااللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۳)

۲۳فروری ۱۹۵۶ء

(باقی جلسوں سے انکار مگر آپ کے اخلاص و محبت نے مجبور کر دیا ہے۔)

مخدومنا المکرم دام لطفکم العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔اس مرتبہ جلسوں کی شرکت سے میں نے اکثر جگہ انکار کر دیا ہے۔لیکن آپ کے اخلاص اور محبت نے مجبور کر دیا کہ حاضر ہو کر شرفِ ملاقات کی سعادت ہی حاصل کر سکوں۔واقفین حضرات کی خدمت میں سلامِ مسنون عرض ہے۔

بندہ محمد نعیم عفااللہ عنہ

از منڈی بہاؤالدین

(۴)

۲فروری ۱۹۵۷ء

(اللہ نے عمارت مدرسہ کی مراد کو مکمل کر دیا۔)

مکرم بندہ دام لطفکم العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ متعلق شرکت سالانہ جلسہ موصول ہوا۔انتہائی مسرت کا باعث ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دلی مراد عمارت مدرسہ کو ایک حد تک مکمل فرمادیا۔ایک سے زیادہ مرتبہ جلسہ کی شرکت سے یہ محسوس کیا ہے کہ آپ کے علاقہ کی زبان نہ جانے کی وجہ سے خاطر خواہ کوئی خدمت تو انجام نہیں دے سکا،لیکن محض آپ کی بزرگانہ شفقت اور مسلک کی وحدت حاضری کیلئے مجبور کر دیتی ہے۔اگر غیر حاضری میں کوئی نقصان نہ ہو تو کسی اور بہتر

آدمی کو دعوت دینا زیادہ مناسب ہوگا ورنہ تعمیل ارشاد کے لیے مجبور ہوں گا۔ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عوض ہے۔ خیر المدارس والوں کے دو دعوت نامے آچکے ہیں میں نے انکار بھی کر دیا ہے لیکن آپ کا معاملہ ان سے مختلف ہے۔ اس لیے آپ ہی کے فیصلہ پر موقوف ہے۔ فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۵)

۱۴/ اکتوبر ۱۹۵۸ء

(مارشل لاء اور حقانیہ کے جلسہ کی اجازت)

مخدومنا المکرم دام لطفکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

امید ہے بفضل ایزدی آپ ہر طرح سے خیریت سے ہوں گے۔ آج دوسرا دعوت نامہ ملا۔ "معزز مہمان کے استقبال" کی خاطر آپ کے اخلاص کی وجہ سے اب ارادہ حاضر ہونے کا کر ہی لیا ہے، ورنہ اپنے خیال کے مطابق اب تک میں نے اپنی شرکت سے مدرسہ کا نفع کی بجائے نقصان ہی کیا ہے۔ آپ قدیمانہ تعلقات کی وجہ سے ہمیشہ یاد فرماتے ہیں۔ تعمیل ارشاد کے لیے حاضر ہو جاتا ہوں یہ سمجھ کر کہ آپ کی نظر میں کوئی فائدہ بھی ہے جو یاد فرماتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ کو اس خالص دینی خدمت کے لیے حکامِ بالا [1] نے اجازت مرحمت فرمادی ہے کہ یہ ان کے عادل دین پسند ہونے کا نتیجہ ہے ورنہ آپ کا مدرسہ تو ہمیشہ سیاسیات سے الگ ہی رہا ہے۔ جملہ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ میں ان شاء اللہ آپ کی ہدایت کے مطابق ۲۰ اکتوبر کی رات کو چناب ایک پریس سے سوار ہو کر ۹ بجے کے قریب اکوڑہ پہنچ جاؤں گا۔ مولانا قاری طیب صاحب [2] کی گاڑی

---

(۱) ایوبی دور کا مارشل لا ابھی تازہ تازہ نافذ ہوا تھا اور ہر قسم کی تقریبات پر پابندی کے دوران جلسہ دستار بندی کی اجازت ملی تھی۔ (سمیع الحق)

(۲) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند جو اسی اجتماع میں شمولیت کیلئے تشریف لا رہے تھے۔

اور تاریخ سے مطلع فرمائیں تاکہ سفر میں ان کی صحبت ہو جائے۔فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفااللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۶)

۱۸اکتوبر۱۹۵۸ء

(قاری طیب صاحب کے ساتھ حاضری)

مکرم بندہ دام لطفکم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مرسلہ خطوط مل گئے ، ان شاء اللہ قاری صاحب موصوف کی صحبت ہی میں حاضر ہوں گا۔اس سے قبل مولانا عبدالحنان صاحب [۳] نے مجھے اس گاڑی کی اطلاع کر دی تھی۔آج آپ کو اطلاع دینے کا ارادہ تھا کہ اچانک آپ کا گرامی نام مل گیا، جس سے چناب ایکسپریس کا ارادہ ترک کر دیا۔واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عوض ہے۔فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفااللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۷)

۶جون۱۹۵۹ء

(قابل مدرس مہیا کرانے کی خواہش)

مخدومنا المکرم دام لطفکم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

نوازش نامہ ملا، حالات معلوم ہوئے۔مجھے ایک ایسے مدرس کی ضرورت ہے جو فارسی اور صرف ونحو اور

(۳) حضرت مولانا عبدالحنان ہزارویؒ جمعیۃ العلماء ہند کے مرکزی دفتر کے ناظم اعلیٰ، شعلہ بیان خطیب، سیاسی وملی راہنماء آخر تک دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین رہے۔بالاکوٹ میں وفات پائی۔

منطق وغیرہ کی ابتدائی کتابیں اچھی پڑھانا جانتا ہو، تجربہ کار ہو اور طالب علم اس کے گرویدہ ہوں۔ کم سے کم پانچ سات طالب علم ساتھ بھی لاسکتا ہو جن کے کرایہ وغیرہ کا انتظام ہم خود کر دیں گے۔ اردو زبان بھی پڑھانے پر قدرت رکھتا ہو۔ اگر عید سے پہلے انتظام ہو جائے تو بہتر ہو گا۔ فاضل دیوبند کو ترجیح ہوگی۔ تنخواہ جو مناسب آپ تجویز فرمائیں گے دے دی جائے گی۔ کھانا طلباء میں ہو گا۔ دیگر یہ گزارش ہے کہ پھول دار ٹوپی جیسی آپ نے عرصہ ہوا پہلے بھی روانہ فرمائی تھی دو عدد بذریعہ وی پی روانہ فرمادیں۔ مشکور ہوں گا۔ برخوردار اور دیگر واقفین حضرات کی خدمت میں سلامِ مسنون۔ آپ کے علاقہ میں لائق مدرس جس کے پاس طلباء بھی ہوتے ہیں نہایت عسرت سے گزارہ کر رہے ہیں۔ ان کو جب تنخواہ بھی معقول مل جائے گی اور ان کے طلباء کا بھی انتظام ہو جائے گا وہ یقیناً اسے منظور فرمائیں گے۔ ویسے معمولی مدرس تو یہاں بھی ملتے ہیں لیکن ان کے ساتھ طلباء کا مہیا کرنا ہمارے لئے دردِ سر ہو جاتا ہے۔ امید ہے تمام حالات پر غور فرما کر جلد از جلد مطلع فرما کر مشکور فرمائیں گے۔ فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد منڈی بہاؤالدین

(۸)

یکم جولائی ۱۹۵۹ء

(قیام وفاق المدارس کے بارہ میں تاسیسی میٹنگ)

مخدومنا المکرّم دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

شفقت نامہ ملا، خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ ٹوپیاں مل گئی ہیں۔ آپ کی نوازش کا بے حد ممنون ہوں اور اس تکلیف سے شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قائم و دائم رکھے۔ آمین

آج اخبارات میں عربی مدارس کے وفاق [۴] کے متعلق نظام العلماء کا فیصلہ نظر سے گزرا، مسرت ہوئی۔ مولانا خیر محمد صاحب کی طرف سے بھی ایک دعوت نامہ موصول ہوا تھا لیکن میں نے یہ لکھ کر جواب دے دیا کہ ۲۳ کو نظام العلماء نے لاہور میں ایک میٹنگ اس مقصد کے لیے طلب کی ہے اور ۲۴، ۲۵ کو آپ نے ملتان میں

---

(۴) اس میٹنگ میں مدارس عربیہ کی باہمی تنظیم "وفاق المدارس العربیہ" کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ (سمیع الحق)

طلبی فرمائی ہے اور اس کی ورکنگ کمیٹی میں مولانا احمد علی صاحبؒ کا نام نامی موجود ہے۔ تو کیا مولانا احمد علی صاحبؒ نے شرکت کا اعلان فرمالیا ہے؟ لیکن اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اب اخبارات میں آپ کی کارروائی پڑھ کر مسرت تو اس لیے ہوئی کہ اتفاق ہوگیا لیکن تکلیف اس لیے ہوئی کہ نزاع صرف کا ہے۔ اگر یہ مل جائے تو تمام نظام اس کے ماتحت آسکتا ہے۔ میرے خیال میں وفاق العلماء کی ورکنگ کمیٹی کا اصول یہ ہونا چاہیے کہ مغربی پاکستان میں جتنے اونچے درجہ کے مدارس ہیں ان کے مہتمین کی ورکنگ کمیٹی بنائی جائے، خواہ اس کا صدر دفتر ملتان میں رہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نیچے درجہ کے تمام مدارس خود بخود منسلک ہوجائیں گے اور وفاق کے تمام اغراض حاصل ہوجائیں گے۔ اگر آپ کا اس سے اتفاق ہو تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ مل کر اس کیلئے کوشش کی جائے۔ صاحب زادہ صاحب اور دیگر واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ
(از منڈی بہاؤالدین)

(۹)

۱۷/اپریل ۱۹۶۰ء

مخدومنا المکرم دام لطفہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

دعوت نامہ اور منی آرڈر مل گیا ہے۔ محض آپ کے اخلاص اور محبت کی وجہ سے حاضر ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ان شاء اللہ چناب ایکسپریس سے حاضر ہوں گا۔ جملہ حضرات اور احباب کی خدمت میں سلامِ مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۱۰)

---

۱۶ نومبر ۱۹۶۵ء

(مفتی اعظم دیوبند کی مرتب کردہ دعائیں۔ قنوت نازلہ)

مخدومنا المکرم دام ظلکم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ دعوت نامہ موصول ہوکر مسرت کا باعث ہوا۔ اس یادآوری کا تہِ دل

سے مشکور ہوں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اول تو جسمانی کمزوری اب سفر کی اجازت نہیں دیتی، ایک عرصہ سے اس قسم کی مجالس کی شرکت ترک کر چکا ہوں۔ دوسرے ان ہی تاریخوں میں سرگودھا مدینۃ العلوم کا جلسہ ہے۔ قرب کی وجہ سے ان سے وعدہ بھی کر لیا ہے۔ ان حالات میں حاضری کا امکان بہت کم ہے۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ اخلاص کی توفیق دے جو کامیابی کا واحد ذریعہ ہے۔ قنوتِ نازلہ روانہ کر دی ہے اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت فرمائیں ملک وملت کی امداد کا یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس میں ہر معذور بھی شریک ہو سکتا ہے۔ یہ دعائیں مفتی اعظم دیوبند مرحوم کی مرتب کردہ ہیں۔ صاحبزادہ و دیگر واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عوض ہے۔ ان شاء اللہ رسالہ کیلئے ایک مضمون بھی روانہ کر دوں گا۔ فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۱۱)

۵ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۶۷ء

(اب تو آپ خود ہمارے اکابرین میں سے ہیں)

مکرم محترم بندہ دام لطفہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مدّتِ مدید اور عرصہ دراز کے بعد آپ کی خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ دعوت کا شکریہ۔ گو میں نے ایک عرصہ سے جلسوں کی شرکت ترک کر دی ہے کیونکہ صحّت اب اس کی اجازت نہیں دیتی۔ چونکہ آپ کا تعلق اکابرین دیوبند سے ہے اور اب تو آپ خود بھی ہمارے اکابرین میں شمار ہوتے ہیں۔ ان شاء اللہ اگر کوئی خاص مانع نہ پیش آیا تو ضرور حاضر ہوں گا۔ بشرطِ صحت وحیاتِ مستعار جملہ واقفین متعلقین دار العلوم کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام

محمد نعیم عفا اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد جناح کالونی لائل پور

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی

رحمۃ اللہ علیہ

کی بعض علمی وفکری تحریرات

مولینا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی خطیب منڈی بہاؤالدین ضلع گجرات

پاکستان کے تمام اسلامی فرقوں کے ماہرین قانون اسلام کا متفقہ فیصلہ

صدر موصوف سے "نیا آئین" اسلامی حکومت کے بنیادی اصول پر مدون کرنیکی درخواست

بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات عمل میں آچکے ہیں۔ جس پر ہم ان کی خدمت میں ہدیہ مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ "ملک کا نیا آئین" مدون کرنے کے لئے صدر موصوف ملک کا اعتماد بھی حاصل کر چکے ہیں۔ اب اس کام کی تکمیل کے لئے ایک آئین ساز مجلس کا وقوع میں آنا یقینی ہے۔

ان حالات میں ہم صدر موصوف سے باادب لیکن پُرزور درخواست کرنے میں ہر طرح حق بجانب ہیں کہ اراکین مجلس آئین ساز میں ماہرین قانون مروجہ کے علاوہ ماہرین قانون اسلام کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ آئین مکمل ہونے پر کتاب و سنت کی منافات کا سوال ہی پیدا نہ ہو اور ان مقاصد کی تکمیل ہو سکے۔ جن کے لئے پاکستان کا قیام عمل میں آیا ہے سابقہ حکومتوں نے نہ صرف ان مقاصد کی تکمیل کا کوئی انتظام ہی نہیں کیا۔ بلکہ سراسر ان کے خلاف ایک قانون بنا کر نافذ کر دیا جس کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑا۔ ابھی نامعلوم کب تک اس بھگتان کا سلسلہ جاری رہے۔

نئی مجلس آئین ساز عمل میں آنے والی ہے جو آئین کمیشن کی سفارشات پر غور کر کے نیا آئین مرتب کرے گی۔ اگر یہی آئین کمیشن مجلس آئین ساز ہے تو ہمیں کامل امید ہے کہ وہ صدر مملکت دام اقبالہ کے اس اعلان کا جس کا ایک سے زیادہ مرتبہ اعادہ ہو چکا ہے۔ (جس میں ہے کہ جن بنیادوں پر پاکستان قائم ہوا ہے۔ انہیں کے مطابق نیا آئین مرتب ہوگا) پورا پورا احترام کرے گی۔ اور اب کوئی ایسا قانون مدون نہیں کرے گی۔ جس کی بنیاد کتاب و سنت کے علاوہ کچھ اور ہو اور مقصد قیام پاکستان کے منافی ہو۔

اراکین مجلس آئین ساز کی آسانی کیلئے پاکستان کے تمام اسلامی فرقوں کے ماہرین قانون اسلام نے متفقہ طور پر جنوری ۱۹۵۱ء میں کتاب و سنت کے مطابق بائیس (۲۲) نکات پر مشتمل اسلامی حکومت کے بنیادی اصول کے عنوان سے ایک قانونی خاکہ مرتب فرما کر پہلی حکومت کو بھیج دیا تھا۔

لیکن افسوس صد افسوس پہلی حکومتوں نے اپنے ملحدانہ اقتدار کے نشے میں بدمست ہو کر اُسے ٹھکرا دیا اور ایک لادینی قانون نافذ کر دیا اور اس کی حفاظت کے لئے کہ مبادا ہمارا اسلام داغی کا پردہ فاش ہو جائے۔ ساتھ ہی یہ شرط بھی عائد کر دی کہ اس قانون کے کسی دفعہ کو کتاب و سنت کی مطابقت یا نامطابقت کے متعلق کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا اور آئندہ پارلیمنٹ بھی اس بنیاد پر جو قانون مدوّن کرے گی۔ اُسے بھی اسلامی تصور کرنا ہوگا۔ ایسے خلافِ اسلام لادینی قانون کا ایک اسلامی مملکت میں جو حشر ہونا چاہیئے تھا۔ وہی ہوا۔

آج ہم پھر ایک اسلامی حکومت کے بنیادی اصول کو مجلس آئین ساز یا آئینی کمیشن کی خدمت میں بغرض یاددہانی پیش کرتے ہیں اور ان سے درخواست کرتے ہیں کہ خدارا نیا آئین مدوّن کرتے وقت پہلی حکومتوں کی متابعت میں ایک اسلامی حکومت کے بنیادی اصول سے تجاوز کرنے کی سعی نامشکور نہ فرماویں۔ ورنہ خطرہ ہے کہ نئے آئین کا بھی وہی حشر نہ ہو۔ جو پہلے کا ہُوا ہے۔ جس کا تدارک اس وقت آئینی کمیشن یا مجلس آئین ساز میں ماہرین قانون اسلام کی نہ صرف شرکت بلکہ ان کی برتری تسلیم کرنے سے ہو سکتا ہے اور ماہرین قانون اسلام کا انتخاب پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک سے بھی کیا جا سکتا ہے

اسلامی مملکت کے بنیادی اصول

۱۔ اصل حاکم تشریعی و تکوینی حیثیت سے اللہ رب العلمین ہے۔

۲۔ ملک کا قانون کتاب و سنت پر مبنی ہوگا۔ اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جا سکے گا نہ کوئی ایسا انتظامی حکم دیا جا سکے گا جو کتاب و سنت کے خلاف ہو۔

تشریحی نوٹ۔ اگر ملک میں پہلے سے کچھ ایسے قوانین جاری ہوں جو کتاب و سنت کے خلاف ہوں تو اس کی تصریح ضروری ہے کہ وہ بتدریج ایک معینہ مدت کے اندر منسوخ یا شریعت کے مطابق تبدیل کر دیئے جائیں۔

۳۔ مملکت کسی جغرافیائی، نسلی، لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں۔ بلکہ ان اصول و مقاصد پر مبنی ہوگی۔ جن کی اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطہ حیات ہے۔

۴۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ قرآن و سنت کے بنائے ہوئے معروفات کو قائم کرے۔ منکرات کو مٹائے اور شعائر اسلام کے احیاء و اعلائے اور مسلمہ اسلامی فرقوں کے لئے ان کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیم کا انتظام کرے۔

۵۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا۔ کہ مسلمانان عالم کے رشتۂ اتحاد و اخوّت کو قوی سے قوی تر کرنے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیت جاہلیہ کی بنیادوں پر نسلی۔ لسانی۔ علاقائی یا دیگر مادی امتیازات کے ابھرنے کی راہیں مسدود کر کے ملتِ اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ و استحکام کا انتظام کرے

۶۔ مملکت بلا امتیاز مذہب و نسل وغیرہ تمام ایسے لوگوں کی لابدی انسانی ضروریات یعنی غذا لباس۔ مسکن۔ معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہوگی۔ جو اکتساب رزق کے قابل نہ ہوں یا نہ رہتے ہوں یا عارضی طور پر بے روزگاری بیماری یا دوسرے وجوہ سے فی الحال سعیٔ اکتساب پر قادر نہ ہوں

۷۔ باشندگان ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعت اسلامیہ نے ان کو عطا کئے ہیں یعنی حدودِ قانون کے اندر تحفظ جان و مال و آبرو۔ آزادی۔ مذہب و مسلک۔ آزادی عبادت۔ آزادیٔ اظہار رائے۔ آزادیٔ نقل و حرکت۔ آزادیٔ اجتماع۔ آزادیٔ اکتساب رزق ترقی کے مواقع میں یکسانی اور رفاہی ادارات سے استفادہ کا حق۔

۸۔ مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کی سندِ جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے گا۔ اور کسی جرم کے الزام میں کسی کو بغیر فراہمی موقعہ صفائی، فیصلہ عدالت کوئی سزا نہ دی جائے گی۔

۹۔ مسلمہ اسلامی فرقوں کو حدودِ قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ انہیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا۔ وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کر سکیں گے۔ ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق ہوں گے۔

۱۰۔ غیر مسلم باشندگان ملک کو حدود قانون کے اندر مذہب و عبادت۔ تہذیب و ثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی حاصل ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے مذہبی قانون یا رسم و رواج کے مطابق کرانے کا حق حاصل ہوگا۔

۱۱۔ غیر مسلم باشندگانِ مملکت سے حدود

باقی صفحہ ۱۸ پر

بقیہ "نیا آئین" صفحہ ۱۵ سے آگے

شرعیہ کے اندر جو معاہدات کئے گئے ہوں۔ انکی پابندی لازمی ہوگی۔ اور جن حقوق شہری کا ذکر دفعہ ۷ میں کیا گیا ہے۔ ان میں غیر مسلم باشندگان ملک اور مسلم باشندگان ملک سب برابر کے شریک ہوں گے۔

۱۲۔ رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدین، صلاحیت اور اصابت رائے پر جمہور یا انکے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو۔

۱۳۔ رئیس مملکت ہی نظم مملکت کا اصل ذمہ دار ہوگا۔ البتہ وہ اپنے اختیارات کا کوئی جزو کسی مرد یا جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔

۱۴۔ رئیس مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں بلکہ شورائی ہوگی۔ یعنی وہ ارکان حکومت اور منتخب نمائندگان جمہوریہ سے مشورہ لے کر اپنے فرائض انجام دے گا۔

۱۵۔ رئیس مملکت کو یہ حق حاصل نہ ہوگا۔ کہ وہ دستور کو کلاً یا جزواً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔

۱۶۔ جو جماعت رئیس مملکت کے انتخاب کی مجاز ہوگی۔ وہ کثرت آراء سے اُسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

۱۷۔ رئیس مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا۔ اور قانونی مواخذہ سے بالاتر نہ ہوگا۔

۱۸۔ ارکان۔ عمال حکومت اور تمام شہریوں کے لئے ایک ہی قانون وضابطہ ہوگا۔ اور دونوں پر عام عدالتیں ہی اس کو نافذ کریں گی۔

۱۹۔ محکمہ عدلیہ محکمہ انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد ہوگا۔ تاکہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہیئت انتظامیہ سے علیحدہ اثر پذیر نہ ہو۔

۲۰۔ ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت ممنوع ہوگی جو مملکت اسلامی کے اساسی اصول و مبادی کے انہدام کا باعث ہو۔

۲۱۔ ملک کے مختلف ولایات و اقطاع مملکت واحدہ کے اجزا انتظامی متصور ہوں گے۔ انکی حیثیت نسلی۔ لسانی یا قبائلی واحدہ جات کی نہیں بلکہ محض انتظامی علاقوں کی ہوگی۔ جنہیں انتظامی سہولتوں کے پیش نظر مرکز کی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہوگا۔ مگر انہیں مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہوگا۔

۲۲۔ دستور کی کوئی ایسی تعبیر معتبر نہ ہوگی۔ جو کتاب وسنت کے خلاف ہو۔

خدام الدین اپنے احباب تک پہنچایئے
اور توسیع اشاعت میں حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کریں

کمزوروں اور مسکینوں کا مرتبہ

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مجھے کمزور لوگوں میں تلاش کیا کرو (یعنی میں تمہیں ان کے ساتھ ملوں گا) کیونکہ تمہیں کمزوروں ہی کے طفیل روزی ملتی ہے اور ان ہی کی وجہ سے تمھاری مدد کی جاتی ہے۔ (مستدرک حاکم: ۲۵۰۹)

تنگ دستوں پر سختی مت کیجئے

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو آدمی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کی سختیوں سے بچائے اور اسے اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے، اسے چاہیے کہ تنگ دست کو (اپنے حقوق کے مطالبے میں) مہلت دے دیا کرے۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۵۹۲)

مسلمان کی امداد کرنے کا نقد انعام

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے کسی بھائی کی ضرورت کو پورا کرنے میں لگا ہوا ہو، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتے رہتے ہیں۔ (صحیح بخاری: ۲۴۴۲)

۳۸۶

تحریکِ آزادیٔ کشمیر

— پر ایک نظر —

واقعات کی روشنی میں

○

مفتی محمد نعیم لدھیانوی

○ — خطیب لائل پور جامع مسجد جناح کالونی

محمد زبیر

عکس ٹائٹل اشاعت اول

تعارف

الحمد لله وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، أما بعد!

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریک آزادیٔ کشمیر پر ایک پمفلٹ/ کتابچہ ۱۹۶۵ء کی پاکستان اور بھارت کی جنگ میں تحریر فرمایا تھا جس میں تحریک آزادیٔ کشمیر سے متعلق مستند معلومات درج ہیں۔ انہوں نے اس آرٹیکل میں سکھوں کی آزاد خالصتان ریاست کی آزادی کا ذکر بھی کیا ہے۔

خطیب جامع مسجد لائل پور مفتی محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مضمون کتنی اہمیت کا حامل ہے اس کے لیے عام قاری کو مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ کے تعارف کے بارے میں مختصراً آگاہی حاصل ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اور ان کے ساتھ پاکستان کے موجودہ علماء کرام اس انتہائی اہم آرٹیکل "تحریک آزادیٔ کشمیر پر ایک نظر" کی اہمیت کا اندازہ کر سکیں۔

مفتی محمد نعیم صاحبؒ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے صاحبزادے تھے جنہوں نے مرزا غلام قادیانی کے کفر پر اولین فتویٰ دیا تھا۔ آپ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے پوتے تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف سب سے پہلے آزادی کا فتویٰ دیا تھا اور اپنے چاروں بیٹوں مولانا محمدؒ، مولانا عبداللہؒ، مولانا سیف الرحمٰنؒ اور مولانا عبدالعزیزؒ کے ہمراہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ جیسے اکابر اہل علم و فضل کے شاگرد تھے اور حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ جیسے اکابر علماء کرام آپ کے ہم جماعت تھے۔ آپ کے شاگردوں میں مولانا منظور احمد نعمانیؒ اور مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ جیسے اہل علم شامل ہیں۔ آپ جمعیت علماء ہند کی تاسیس سے لے کر ۱۹۴۷ء تک مجلس عاملہ کے ممبر رہے۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے زمانہ صدارت میں مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ جمعیت علماء ہند کے نائب صدر تھے۔ جمعیت علماء ہند میں آپ کے ساتھیوں میں مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا احمد سعید دہلویؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ، موانا عبید اللہ سندھیؒ جیسے اکابر علماء کرام شامل تھے۔

تحریک آزادیٔ کشمیر پر مفتی نعیم صاحبؒ کا یہ مضمون ہندوؤں کی تنگ نظری اور درندگی کی نشاندہی کرتا ہے جو ماضی میں وہ کرتے رہے ہیں اور حال میں کئی ہزار گنا طریقوں سے معصوم کشمیریوں پر ظلم وستم، عورتوں کی عصمت دری اور پیلٹ گنوں سے کشمیری نوجوانوں اور معصوم بچوں کو اندھا کیا جارہا ہے جس کی نشاندہی یو این او، ایمنسٹی انٹرنیشنل اور دیگر عالمی ادارے بشمول او آئی سی مسلسل کررہے ہیں۔

حضرت مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ نے سکھوں کے پنجابی صوبہ کا ذکر بھی کیا ہے کہ کس طرح ماسٹر تارا سنگھ اور سکھ لیڈر برہمنی سیاست کا شکار ہوئے۔ اس امید پر کہ بھارت میں سکھ ریاستوں اور ریاست پٹیالہ کو ملا کر آزاد خالصتان سکھ اسٹیٹ قائم کرکے ان کو دی جائے گی۔

سکھ قوم کو یہ دھوکہ مسٹر ولبھ بھائی پٹیل اور ہندو حکمران ٹولہ کی طرف سے دیا گیا۔ مفتی نعیم صاحبؒ نے ۱۹۶۵ء میں ہی مسلمان قوم کو کہا تھا کہ سکھوں کی آزاد خالصتان سکھ ریاست کی حمایت کریں۔ ۲۰۲۰ء میں سکھوں کی طرف سے آزاد سکھ خالصتان کے لیے تحریک اور ووٹنگ کا آغاز ہورہا ہے۔ بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں کو سکھوں کے الگ ملک خالصتان کی مکمل اخلاقی اور سفارتی حمایت کرنی چاہیے اور انڈیا کے ناجائز قبضے سے کشمیر کی آزادی کے لیے یو این او کی قراردادوں کے مطابق حمایت کرنی چاہیے۔

”حقیقی مسلمان وہی ہے جو دوسروں کے لیے بھی وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرے خواہ اس کا مذہب کچھ بھی ہو۔“

مشہود مفتی

۴- ۱۲- ۲۰۱۹ء

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

برادرانِ ملک وملت!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ تقسیم ملک کے بعد جبکہ مجاہدین سرینگر کے قریب پہنچ چکے تھے تو اگست ۴۸ء میں مسئلہ کشمیر کو خود بھارت نے سلامتی کونسل میں پیش کیا تھا؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ سلامتی کونسل نے حق خودارادی کے اپنے مسلمہ اصول کے مطابق فیصلہ کرنے کی قرارداد پاس کی اور بھارت نے اسے تسلیم کیا؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ ادارہ اقوام عالم میں شریک اور غیر شریک بھارت کے علاوہ کسی بھی ملک نے اب تک اس فیصلہ سے انکار نہیں کیا؟ کیا بھارت اس تسلیم شدہ قرارداد کے مطابق عمل کرنے پر ہمیشہ مکروفریب کے سیاسی جال پھیلاتا رہا جن میں نام نہاد انتخاب اور کشمیر اسمبلی کا قیام بھی شامل ہے جسے سلامتی کونسل پاکستان کی شکایت پر ان الفاظ میں مسترد کر چکی ہے کہ بھارت کی یہ غیر آئینی کاروائی اصل قرارداد پر اثر انداز نہ ہوگی جو کہ سابق فیصلہ کی شرائط کے سراسر منافی ہے؟

کیا یہ امرِ واقعہ نہیں ہے کہ کشمیر کے پچاس لاکھ باشندے عرصہ اٹھارہ سال سے بھارت کی غلامی سے بیزاری اور سلامتی کونسل کی قرارداد کے مطابق استصواب رائے کا ہمیشہ مطالبہ کرتے چلے آرہے ہیں اور اس حق بجانب مطالبہ کی وجہ سے قید وبند اور ہر قسم کے مصائب وآلام کا شکار ہورہے ہیں؟ آخر کار سول نافرمانی پر مجبور ہوگئے ہیں جس سے اس نام نہاد انتخاب اور اسمبلی کے قیام کی اصلی حقیقت واضح ہوجاتی ہے جسے وزیر اعظم بھارت اور صدر جمہوریہ بطور ثبوت پیش کررہے ہیں۔

کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ پاکستان ہمیشہ کشمیریوں کے اس حق خودارادی کو عملی شکل دینے کا سلامتی کونسل سے برابر

مطالبہ کرتا رہا اور سلامتی کونسل کے ہر فیصلہ کو تسلیم کرتا رہا اور بھارت ہمیشہ اس سے انکار کرتا رہا؟

کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ بھارت اور سلامتی کونسل پاکستان کو ایک فریق تسلیم کر چکے ہیں جو کہ ۵۰ لاکھ کشمیریوں کی نمائندگی کرتا ہے جبکہ کشمیر مسلم اکثریت کی ایک اسلامی ریاست ہے تو بھارت کو اس کی نمائندگی کا کیا حق حاصل ہے؟ کشمیر پر بھارت کا قبضہ اور نمائندگی محض اس کی جابرانہ اور جارحانہ پالیسی کا نتیجہ ہے، ورنہ سلامتی کونسل استصواب رائے کی قرارداد ہرگز پاس نہ کرتی۔

ان حالات میں عرصہ اٹھارہ سال کے شدید انتظار کے بعد اگر کشمیری بغاوت کے لیے مجبور کر دیے گئے ہیں تو پاکستان ہر حیثیت سے حسب دستور سابق ان کی تائید میں ہر طرح حق بجانب ہے۔

اگر اس نے بھارت کے مظالم سے کشمیریوں کو نجات دلانے کی تائید کی ہے تو اس نے کون سے انسانی اخلاق اور بین الاقوامی ضابطہ کی خلاف ورزی کی ہے؟ بلکہ مجاہدین کے حق بجانب ہونے کی تائید کر کے اس نے اپنی نمائندگی کا حق ادا کیا ہے اور کشمیر کے متنازعہ فیہ علاقہ میں بھارت کے تجاوز کا جواب دیا ہے۔

کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ بھارت نے کشمیریوں کی بغاوت کو پاکستان کی مداخلت کا بہانہ بنا کر اور اپنے عہد شکنی پر پردہ ڈالنے کے لیے کشمیر کی حد بندی لائن سے متعدّد مقامات پر پہلے سے تجاوز کیا بلکہ پاکستان کے ایک گاؤں آوان شریف کو بھی اپنے بموں کا نشانہ بنا دیا جیسا کہ جنرل سیکرٹری او تھان کی فوجی تجاوزات کی رپورٹ سے ظاہر ہے۔ جب پاکستان نے بھارت کو معاہدہ کی خلاف ورزی سے روکنے کی کوشش کی تو اس نے پاکستان کی بین الاقوامی سرحد پر بلا اطلاع اچانک حملہ کر کے اس کی بین الاقوامی حدود کو پامال کر دیا۔

چونکہ پاکستان اپنی بین الاقوامی سرحدوں کی حفاظت کے لیے مجبور تھا اس لیے اسے مدافعت کے لیے میدان میں آنا پڑا اور بھارت کو محسوس کرانا پڑا کہ صرف طاقت کی برتری کے نشہ میں بدمست ہو کر، تمام اخلاقی اور بین الاقوامی ضابطوں کو بالائے طاق رکھ کر اس قسم کی حرکتیں انسانی لباس میں درندگی کا ثبوت مہیا کرتی ہیں اور امن عالم کو تباہ کرنے کا باعث ہو سکتی ہیں۔

کیا یہ امرِ واقعہ نہیں ہے کہ کشمیر اپنے کلچر، تہذیب و تمدّن اور مذہب و ثقافت کے اعتبار سے بھارت کا حصہ نہیں ہے بلکہ پاکستان کا حصہ ہے؟ ورنہ بھارت سلامتی کونسل میں استصواب رائے کو کیوں تسلیم کرتا اور کشمیر اسمبلی کے استرداد کے

خلاف سلامتی کونسل سے احتجاج کیوں نہ کرتا۔

کیا یہ امرِ واقعہ نہیں ہے کہ کشمیر مسلم اکثریت کا علاقہ ہے جسے تقسیم کے اصول کے مطابق قدرتی طور پر پاکستان میں شامل ہونا چاہیے تھا؟

کیا یہ امر واقعہ ہے کہ کشمیر کی اکثریت بھارت سے الحاق چاہتی ہے اور وہ ایک سے زیادہ مرتبہ بقول بھارت انتخاب بھی کرواچکی ہے؟ اگر بہ نوکِ شمشیر ایسا نہیں ہوا تو پھر بھارت کو استصواب رائے سے فرار کیوں ہے اور بین الاقوامی تسلیم شدہ ضابطوں کی خلاف ورزی کیوں ہے جنہیں بھارت تسلیم کر چکا ہے؟

کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ بھارت اپنی استعماریت کی خاطر اسلحہ اور تعداد کی برتری کے نشہ میں بدمست ہو کر یہ کھیل کھیل رہا ہے جس پر پاکستان نے امریکا اور اس کے دیگر معاون ممالک کو پہلے ہی متنبہ کر دیا تھا کہ یہ تمام امداد پاکستان کے خلاف استعمال ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بھارت کو انتباہ

بھارت کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایشیا اور افریقہ میں بڑی سے بڑی استعماریتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اگر کہیں اس کا جزوی وجود موجود ہے تو اس کا بھی جنازہ نکلنے والا ہے۔ کشمیر سے بھی چھوٹی ریاستیں حق خود ارادی کے اصول پر آزاد ہو چکی ہیں۔ اب کوئی طاقت وہ نئی ہو یا پرانی، کشمیر کو آزاد ہونے سے نہیں روک سکتی جبکہ تمام انصاف پسند ممالک کی ہمدردیاں کشمیر اور اس کے معاون پاکستان کے ساتھ ہیں۔ اگر بھارت کی استعماریت کو بچانے کے لیے کوئی بھی استعماریت سامنے آئے گی اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو دیگر استعماریتوں کا ہو چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کے موجودہ جارحانہ حملہ میں استعماری اور غیر استعماری کسی بھی طاقت نے بھارت کے موقف کی تائید نہیں کی۔ جس کی گونج سلامتی کونسل سے لے کر بھارتی پارلیمنٹ تک مسٹر چھاگلہ اور لال بہادر شاستری وزیر اعظم بھارت کی آواز میں گونج رہی ہے۔

(بناءً علیٰ ہذا) اگر بھارت میں کسی درجہ کی بھی انسانی، اخلاقی اور بین الاقوامی ضابطوں کی پابندی کی اخلاقی جرأت موجود ہے تو فوری جنگ بندی کا اعلان کر دے کیونکہ متنازعہ فیہ علاقہ اور بین الاقوامی حدود کی خلاف ورزی کا پہلے اسی نے ارتکاب کیا ہے اور اپنی تسلیم شدہ سلامتی کونسل کی قرارداد حق خود ارادی کے اصول پر جلد از جلد ایشیا اور افریقہ کی

افواج کے زیر نگرانی جنہیں سلامتی کونسل متعیّن کرے، استصواب رائے کروائے۔ بھارت اور پاکستان دونوں اپنی فوجیں وہاں سے نکال لیں اور کشمیر کا مکمل کنٹرول ان افواج کے سپرد کر دیا جائے۔ اگر بھارت اس منصفانہ اپنے تسلیم شدہ فیصلہ کے لیے تیار نہ ہو تو ادارہ اقوامِ عالم کا فرض ہے کہ وہ سلامتی کونسل کے فیصلہ کو عملی شکل دینے کے لیے بھارت کو مجبور کرے تاکہ امن عالم کو جو خطرہ عظیم لاحق ہونے والا ہے اس کا بروقت تدارک ہو سکے۔

سلامتی کونسل اور جنگ بندی

سلامتی کونسل نے اپنے حالیہ فیصلہ میں مسئلہ کشمیر پر غور کرنے کے لیے فریقین کی جنگ بند کر دینے کو پہلا قدم قرار دیا ہے۔ اس سے قبل پہلے قدم کو ۱۸ سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود دوسرا قدم اٹھانے کی نوبت نہیں آئی جس کے خوفناک نتائج کی طرف سلامتی کونسل نے کبھی بھی توجہ مبذول نہیں فرمائی۔ جس کا نتیجہ ہزاروں انسانوں کی تباہی اور فریقین میں مناقشات کے شدید اضافہ کی صورت میں نمودار ہوا ہے جس کی تمام تر ذمہ داری سلامتی کونسل اور بھارت پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن سلامتی کونسل کا ابھی پہلا قدم ہی رہا۔ اب اگر عارضی جنگ بندی کے بعد دوسرا قدم بھی پہلے دوسرے قدم کی طرح اٹھانا ہے تو دنیا کے امن خواہ اور انصاف پسند ملکوں کا فرض ہے کہ وہ سلامتی کونسل کے دوسرے قدم کی وضاحت طلب کریں کہ وہ کب اٹھایا جائے گا؟

ورنہ یہی سلامتی کونسل جو پہلے ہزاروں انسانوں کی تباہی اور مناقشات میں اضافہ کا باعث ہو رہی ہے آئندہ لاکھوں انسانوں کی تباہی اور امن عالم کو تباہ کرنے کا موجب ہوگی۔ پھر اسے اپنا نام **"سلامتی کونسل"** کی بجائے اپنے حال کے مناسب کوئی اور موزوں نام رکھنا ہوگا تاکہ ایشیائی اور افریشیائی قومیں اپنی سلامتی کے لیے کوئی اور ایشیائی اور افریشیائی ادارہ قائم کر سکیں جو ان کی سلامتی کا حقیقی ضامن ہو اور سلامتی کونسل کے اصول کا پابند ہو جسے پاکستان کے وزیر خارجہ نے اپنی تقریر کے خاتمہ پر واضح کیا۔

جنگ بندی اور پاکستان

ان حالات میں کشمیر کی فوری رائے شماری کی قرارداد کے بغیر پاکستان کا دائمی جنگ بندی میں شریک ہونا پہلی اٹھارہ سالہ غیر منصفانہ اور سلامتی کونسل کی جانب دارانہ پوزیشن کو تسلیم کرنا ہوگا جو کہ پاکستان اور پچاس لاکھ کشمیریوں کی خودکشی

کے مترادف ہوگا۔ جسے پاکستانی عوام اتنی بڑی قربانی اور خون کی ندیاں بہانے کے بعد کسی حالت میں بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوں گے اور نہ دنیا کا کوئی انصاف پسند ملک اس کی تائید کرے گا۔ سلامتی کونسل کا فرض ہے کہ وہ جلد از جلد جس کی زیادہ سے زیادہ مدّت تین ماہ ہو سکتی ہے، موجودہ قرارداد کے دوسرے حصہ پر غور کر کے اس مسئلہ کا اپنی سابقہ قراردادوں کے مطابق انتظام کرے ورنہ دنیا ایک ایسی خوفناک جنگ میں مبتلا ہو جائے گی کہ وہ جنگِ عظیم کی خوفناکیوں کو بھی بھول جائے گی۔

حقیقت حال

در اصل حقیقتِ حال یہ ہے کہ بھارت کے حکمران ٹولہ کی جارحانہ پالیسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اس نے ہندوستان کی تمام اسلامی ریاستوں کو ختم کرنے کے لیے وہاں کی تمام ریاستوں کو جو اسلامی دورِ حکومت میں بھی وہاں کے باشندوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے ان کے حکمرانوں کی خواہش کے مطابق قائم رہی تھیں جنہیں انگریز نے اپنے دور حکومت میں قائم رکھا تھا لیکن بھارت کے اس حکمران ٹولہ نے ہر ریاست کے باشندوں کے حق خود ارادی کو پائمال کرتے ہوئے سب کا خاتمہ کر دیا جبکہ صدیوں سے وہ اپنے خاص کلچر، تہذیب و تمدّن اور اپنے خاص طرزِ معاشرت اور لسانی خصوصیات اور ثقافت کی حامل تھیں۔ یہی طرزِ عمل اس نے کشمیر کی خاص اسلامی ریاست میں بھی اختیار کرنا چاہا لیکن پاکستان کی بروقت مداخلت اور سلامتی کونسل کے حق خود ارادی کے فیصلہ سے وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ اب وہ سلامتی کونسل میں حق خود ارادی کی بنیاد پر رائے شماری تو تسلیم کر چکا ہے اور اسے عملی شکل دینے سے اس لیے گریز کر رہا ہے کہ کہیں اس حق خود ارادی کے اصول پر بھارت کی تمام ریاستیں اور اس کے نواب اور راجے بقیہ غصب شدہ ریاستوں میں رائے شماری کا مطالبہ نہ کر لیں اور اس حکمران ٹولہ کی وہ جارحانہ پالیسی بے نقاب نہ ہو جائے جو اسلامی ریاستوں کو ختم کرنے کی رشوت دے کر باقی ریاستوں کے ختم کرنے کے متعلق اس نے اختیار کی تھی۔ جسے آنجہانی مسٹر پٹیل نے اختیار کر کے تمام ریاستوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔

اور یہ بھی خطرہ ہے کہ کہیں ریاستوں کے کروڑوں باشندے جو فاقوں کا شکار ہو رہے ہیں، حکمران ٹولہ کے محاسبہ کے لیے اپنے راجوں کی حمایت میں میدان میں نہ آجائیں، کیونکہ بھارت کی سابقہ تاریخ صدیوں سے مختلف ریاستوں

کے مجموعہ ہی کو ہندوستان ثابت کرتی ہے۔ ورنہ ایسا ایک خود مختار ہندوستان جس میں کسی بھی ریاست کو اندرونی خود مختاری یا نیم خود مختاری حاصل نہ ہو، کبھی بھی اس خطۂ ارض پر قائم نہیں ہوا۔

ادارہ اقوامِ عالم کو ان حالات میں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نہ صرف دنیا کے تمام ممالک پاکستان کے موقف کی تائید کرتے ہیں بلکہ بھارت کے تمام راجے، مہاراجے، نواب اور ان کی کروڑوں رعایا بھی کشمیر کے استصواب رائے کے فیصلہ کی پوری تائید کرتے ہیں اور ان کی تمام ہمدردیاں اپنے روشن مستقبل کے پیش نظر پاکستان اور آزادی کشمیر کے ساتھ ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ ان کے لیے بھی راستہ کھل جائے تاکہ وہ اسی حق خودارادی کے اصول پر دوبارہ اپنی اپنی ریاست قائم کر سکیں جو ان کا بھی حق خودارادی ایک پیدائشی حق ہے جو بھارت کے حکمران ٹولہ سے نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ چنانچہ سکھوں کے پنجابی صوبہ کی بنیاد بھی یہی حق خودارادی ہے جس کا وہ مطالبہ کر رہے ہیں۔ جیساکہ ماسٹر تارا سنگھ صاحب کے ایک بیان سے ظاہر ہے جو کہ دراصل پرانی تمام سکھ ریاستوں کے مجموعہ کی آزادی کا مطالبہ ہے۔

بھارت اگر اپنے تسلیم شدہ فیصلہ کے مطابق کشمیر میں رائے شماری کو تسلیم کر لیتی ہے یا سکھوں کے پنجابی صوبہ کے مطالبہ کو جوکہ سکھ ریاستوں کا مجموعہ ہے، تسلیم کر لیتی ہے تو پھر باقی ریاستوں میں استصواب رائے سے انکار کی بھارت کے پاس کوئی ایسی وجہ موجود نہیں ہے جسے حق و انصاف یا کسی درجہ میں بھی انسانی شرافت کی حمایت حاصل ہو، جس کا جلد یا بدیر عمل میں آنا ضروری ہے۔ آخر ظلم و جبر کا خاتمہ ہو گا ورنہ دنیا کے بقا اور امن کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائے گا۔

ریاست پٹیالہ پنجاب کی سب سے بڑی سکھ ریاست احمد شاہ ابدالی نے قائم کی تھی جسے انگریزوں نے بھی قائم رکھا، لیکن بھارت کی برہمنی حکومت نے اسے بھی ختم کر دیا۔ سکھ قوم اور ان ریاستوں کے راجوں کو مسٹر پٹیل نے خالصتان کی آزادی کا ایسا نشہ پلایا کہ مسلمانوں کے قتل عام کا ان سے کام لیا۔ مہاراجہ پٹیالہ نے اس امید پر کہ خالصتان آزاد سکھ سٹیٹ کا سب سے پہلا مکھیا مجھے بنایا جائے گا، اس خدمت کو سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر انجام دیا۔ اب سکھ قوم اور ان کے راجوں، مہاراجوں پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ وہ بھارت کی براہمنی سیاست کا شکار ہو گئے ہیں ان پر:

نہ خدا ہی ملا، نہ وصالِ صنم   نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

کی مشہور مثال ٹھیک صادق آتی ہے۔

اب آخر کار سکھ رہنما حق خود ارادی کے مسلّمہ اصولوں پر جیسا کہ مسلمانوں کا کشمیر کے متعلق ایک مبنی بر انصاف اور جائز مطالبہ تھا، میدان میں آگئے ہیں اور کشمیریوں کے حق خود ارادی کے اصول پر ان کے مطالبہ کی پرزور تائید کر رہے ہیں جو کہ:

جب کیا تنگ بتوں نے تو خدا یاد آیا

کا مصداق ہے۔

اب سکھوں کا مطالبہ چونکہ مبنی بر انصاف اور جائز مطالبہ ہے جو کہ حق خود ارادی کی بنیاد پر اٹھایا گیا ہے، مسلمان قوم کا فرض ہے کہ وہ اس کی پرزور تائید کرے۔ کیونکہ حقیقی مسلمان وہی ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لیے پسند کرے خواہ اس کا مذہب کچھ بھی ہو۔ دراصل یہ تائید اسی اصول کی ہے جسے وہ تسلیم کرتا ہے نہ کہ کسی خاص فرد یا جماعت کی۔

اس وقت سکھوں کی حالت ان کے اپنے خیال کے مطابق بھارت میں بہت زیادہ مخدوش ہے۔ مسلم اقلیت ان سے پہلے ہی زخم خوردہ ہے۔ ایک سکھ اسٹیٹ کے مطالبہ کی وجہ سے ہندو اکثریت جس کی حکومت سکھوں سے بدظن ہے لیکن بظاہر حسب دستور سابق اپنی برہمنی پرفریب سیاست سے پنجابی صوبہ کے قیام کی کمیٹیاں بنا کر جن میں کوئی سکھ نمائندہ نہیں ہے، فتح سنگھ کی بھوک ہڑتال ترک کرنے کی قیمت ادا کرنا چاہتی ہے۔

چونکہ سکھ رہنماؤں کو یا تو اپنے مطالبہ کے مبنی بر انصاف ہونے کا یقین کامل نہیں ہے یا وہ ایسے سیدھے سادے واقع ہوئے ہیں کہ ہمیشہ بروقت برہمنی سیاست کے وعدوں پر ان کا شکار ہوتے جاتے ہیں، اس لیے ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ سکھ اسٹیٹ کا مطالبہ حق خود آرادی کے حصول پر ایک جائز اور مبنی بر انصاف مطالبہ ہے۔ پاکستان کے عوام جس طرح کشمیر کی آزادی کے مطالبہ کے مؤید ہیں اسی طرح سکھوں کے مطالبہ کے بھی پرزور مؤید ہیں اور انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنے مطالبہ کو ادارہ اقوامِ عالم میں پیش کرنے کی کوشش کریں، ورنہ بھارتی ہندو حکومت انہیں کبھی بھی اپنے مقصد سے ہمکنار نہ ہونے دے گی، لیکن عالمی ادارہ بھی کسی قربانی کے بغیر اس طرف متوجہ نہ ہوگا۔

صدر جمہوریہ ہند کا افسوسناک انجام

صدر جمہوریہ ہند جو کہ سچائی کے دیوتا مانے جاتے ہیں اور نفس انسانیت اور اس کے فطری حقوق کے محافظ ہیں، مذہبی اور غیر مذہبی فلسفہ کی موشگافیوں سے بھی ناآشنا نہیں ہیں، آپ نے بھی مسئلہ کشمیر پر اپنے ذاتی تاثرات کو بیان فرمایا ہے۔ ہمیں کامل امید تھی کہ وہ عدل وانصاف کی روشنی میں بالکل غیر جانبدار ہو کر اپنے عہدہ کی بقا کی حفاظت کا خیال نہ رکھتے ہوئے دونوں حکومتوں میں کوئی بہتر مصالحت کی راہ دکھا کر حق انسانیت ادا کریں گے لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ انہوں نے بھی اپنی حکومت کے غیر منصفانہ رویّہ اور ہٹ دھرمی کی پرزور تائید فرما کر اپنے عہدے کی حفاظت فرمائی ہے جو ہزاروں بے گناہ انسانوں کے نقصان کی صورت میں نمودار ہوئی ہے۔ صدر موصوف کی قابلیت اور سوجھ بوجھ کا یہ نہایت افسوسناک انجام ہے۔

صدر موصوف! جب کہ پاکستان نے اس قرارداد کی شرائط کی پابندی نہیں کی جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو پھر ان انتخابات کو پاکستان کی شکایت پر جنہیں آپ حق بجانب قرار دیتے ہیں سلامتی کونسل نے کیوں مسترد کر دیا؟ اور یہ کہا کہ اس قرارداد پر یہ اثرانداز نہ ہوں گے اور اس قرارداد کو قائم رکھا۔

اس کے علاوہ **صدر موصوف!** جب کہ آپ ایک فریق مقدمہ کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں تو آپ کو خود فیصلہ صادر کرنے کا کیا حق ہے؟ اگر اس مسئلہ کا فیصلہ ہو چکا ہے جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو اسے ثابت کرنے کے لیے جبکہ فریق ثانی اس کا انکار کرتا ہے تو آپ اسے ثابت کرنے کے لیے سلامتی کونسل کی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہونے سے کیوں گریز کر رہے ہیں؟

تاریخِ عالم کا فیصلہ ہے کہ ایک آدمی اپنی ذات میں کتنا ہی سچا اور معاہدوں کا پابند ہو لیکن جب وہ کسی قوم کی نمائندگی کرتا ہے تو قوم کی خواہش کے مطابق سب سے بڑا عہد شکن اور غیر راست گو ثابت ہوتا ہے اور اس کی قوم اسے بڑا مدبّر، موقع شناس اور ہوش مند قرار دیتی ہے۔ لیکن مذہب اسلام کا فیصلہ ہمیشہ اس کے خلاف رہا ہے۔ اس کا ہر فرد اور جماعت دونوں جگہ اپنے عہد کے پابند ہوتے ہیں جس کے اَن گنت شواہد تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔

صدر پاکستان نے سلامتی کونسل کی قراردادوں کے مطابق ایک ایسا ریکارڈ قائم کر دیا ہے جو تاریخ پاکستان میں ہمیشہ یاد

گا رہے گا جبکہ بھارت کی تاریخ اس کے بالمقابل ہمیشہ اپنے عہد شکنیوں کا مرقّعہ پیش کر کے اپنی آنے والی نسلوں کی تباہی کا سامان مہیا کرے گی۔

دنیا کے دانشوروں کا فیصلہ اور ہمارا عمل

گزشتہ زمانہ میں دنیا کے دانشوروں اور قانون کے ماہروں کی ایک کانفرنس اس امر کا فیصلہ کرنے کے لیے منعقد ہوئی تھی کہ حق واقعی کوئی نفس الامری حقیقت ہے یا صرف طاقت کا نام حق ہے؟ کیا کوئی طاقت ور فرد یا جماعت یا حکومت اگر اپنی طاقت کے بل پر کسی امر کو جائز اور حق بجانب قرار دے تو وہی حق ہوتا ہے؟ جیسا کہ **"جس کی لاٹھی اس کی بھینس"** کا مشہور مقولہ ہے یا حق واقعی ایک نفس الامری حقیقت ہے، صرف طاقت کا نام حق نہیں ہے؟

ان دانشوروں اور قانون کے ماہروں کی اس کانفرنس نے یہی فیصلہ صادر کیا کہ حق واقعی ایک نفس الامری حقیقت ہے اور صرف طاقت کو حق قرار دینا درندوں کا فیصلہ تو کہا جاسکتا ہے لیکن انسان جو کہ درندوں پر بھی ہر طرف فوقیت اور حکومت رکھتا ہے، اس کا قطعی فیصلہ یہی ہے کہ حق واقعی ایک نفس الامری حقیقت ہے، صرف طاقت کا نام حق نہیں ہے۔

لیکن بعض درندہ صفت انسان اَن گنت مشاہدوں اور تجربوں اور دنیا کے تمام دانشوروں کے فیصلہ کے خلاف اب بھی طاقت ہی کو حق ثابت کرنے کے لیے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

آج یہی حال بھارتی حکومت کا ہے جو صرف طاقت کے بل پر ۵۰ لاکھ کشمیریوں کو غلام رکھنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس کا یہ طرزِ عمل انسانیت اور حق کا ماتم کر رہا ہے اور اس کی یہ درندگی ننگی کا ناچ ناچ رہی ہے جو اس کا فطری خاصہ اور پیشہ ہے، لیکن آخر کار حق کامیاب ہوگا اور طاقت اپنا ہی سر پیٹ کر رہ جائے گی۔

جیسا کہ بھارت کے طاقت کے بل پر پاکستان پر اچانک حملہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ حق نے اپنے سے چھ گنا طاقت کو شکست فاش دے کر حق کا ریکارڈ قائم کر دیا اور حق طاقت پر غالب آگیا ہے۔ بھارت کے اسلحہ اور تعداد کی برتری نے کچھ کام نہ دیا لیکن بھارت کی اس طاقت کا نشہ اتارنے کے لیے ابھی ایک ضرب کلیم کی اور ضرورت ہے جس کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ ۱۸ سال سے ۴۰ سال تک ہر اہلیت رکھنے والے جوان کے لیے اور ایسے ہی کالجوں کے تمام

طلباء کے لیے ہر قسم کی ٹریننگ فوجی اور غیر فوجی لازم قرار دی جائے۔ ایسے ہی سِول کے ہر نئے ملازم کے لیے تین سال تک فوجی ٹریننگ ضروری ہو اور یہ زمانہ اس کی ملازمت میں تقرری کے بعد محسوب ہو اور سِول کے پہلے ملازمین میں سے ہر اہلیت رکھنے والے ملازم کے لیے ۳ ماہ فوجی ٹریننگ لازمی ہو۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ضرورت کے وقت فوجی تربیت یافتہ عملہ آسانی سے دستیاب ہو جائے گا۔ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پاکستان جیسے نوآزاد ملک کے لیے یہ مشورہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے صدر موصوف جو کہ خود بھی فوجی ہیں، اسے عملی شکل دینے کی جلد از جلد خدمت انجام دے کر نہ صرف اپنا فرض منصبی ادا کریں گے بلکہ ہمیں بھی شکریہ کا موقع دیں گے اور آنے والے خطرات کا بھی آسانی سے تدارک کر سکیں گے۔

بھارت کی نام نہاد لادینی حکومت اور اس کا طرزِ عمل واقعات کی روشنی میں

ملک آزاد ہونے پر بھارت نے یہ اعلان کیا تھا کہ ملک کے تمام باشندے بلا امتیاز اپنے فرائض اور حقوق میں برابر کے شریک ہوں گے، کسی بھی فرقہ سے امتیازی برتاؤ نہیں ہوگا۔ اور بھارت کا یہ بنیادی اصول ہے، لیکن اعلان کے فوراً بعد ہندو اکثریت نے اقلیتوں خصوصاً مسلم اقلیت کو اپنے ایسے وحشیانہ مظالم کا نشانہ بنایا کہ بھارت کی ہزار سالہ تاریخ کسی بھی اقلیت پر اس قسم کے مظالم کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ ان کے مکانوں، دکانوں کو نذرِ آتش کیا گیا اور ان کے مال واسباب پر قبضہ کر لیا گیا۔ حکامِ بالا نے مسلمانوں ہی کو گرفتار کیا اور انہی کو پھانسی دی گئی اور انہی کو قید و بند کا شکار بنایا گیا۔ حاکم و محکوم دونوں نے مسلمانوں کو نابود کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ لاکھوں کو پاکستانی قرار دے کر مشرقی پاکستان دھکیل دیا گیا، سینکڑوں خواتین کی عزت پر ڈاکہ ڈالا گیا اور کئی ایک دیہات کو نذرِ آتش کر دیا اور جان بچانے والوں کو گولی کا نشانہ بنا دیا جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ انگریز کے دوصد سالہ دورِ حکومت میں جتنے فسادات ہوئے تھے، اس لادینی حکومت کے ۱۸ سالہ دورِ حکومت میں کئی گنا اس سے زیادہ ہوئے ہیں۔ اب انگریز کی جگہ جن سنگھ باقاعدہ مسلح ہو کر اس خدمت کو انجام دے رہی ہے۔

حکومت کی ہر تقریب پر ہندو رسم و رواج کی پابندی

حکومت کی ہر تقریب کا افتتاح ہندو رسم و رواج کے مطابق شلوک اور منتر سے ہوتا ہے اور شگون کروایا جاتا ہے جیساکہ ماسٹر تارا سنگھ صاحب کے ایک حالیہ بیان سے بھی ظاہر ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور ان کی اصل ہندی مشترکہ زبان اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرنے کے باوجود عملاً اس کا خاتمہ کر دیا گیا ہے حالانکہ وہ ہند ہی میں پیدا ہوئی اور پروان چڑھی اور بھارت کے ہر حصہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

ہر سرکاری محکمہ سے مسلمانوں کا اخراج

اگر کسی محکمہ میں کوئی مسلمان باقی ہے تو محکمانہ الزام لگا کر اسے نکال دیا جاتا ہے۔ نئی بھرتی میں کسی بھی مسلمان کو نہیں لیا جاتا۔ پہلے چند ملازمین کے علاوہ فوج اور پولیس میں ان کی بھرتیاں عملاً ممنوع قرار پا چکی ہیں۔ ہندو راجپوت سکھ مرہٹہ ڈوگرہ اور جاٹ بٹالین موجود ہے لیکن چھ کروڑ مسلم آبادی میں جو فوجی خدمت بہترین ترین پر انجام دے سکتے ہیں ان کی کوئی بھی بٹالین موجود نہیں ہے حالانکہ مسلمان جس ملک کا باشندہ ہوں وہ اس ملک کا وفادار ہوتا ہے۔ تاریخ ہند میں جس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جس کا وزیر ہند نے بھی اعتراف کیا ہے۔ اس کے برعکس مشرقی پاکستان میں ۹۰ لاکھ غیر مسلم موجود ہیں جن میں اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ کیا مندرجہ بالا واقعات میں سے کسی ایک کی بھی نشاندہی کی جا سکتی ہے جو ان اقلیتوں کو پیش آئے ہوں؟

لاکھوں خداؤں کے پجاریو! جن سنگھیو! اور ان سے اتفاق کرنے والو! اس دھرتی کے حقیقی مالک کے غضب سے ڈرو اور اس کے جذبہ انتقام کو دعوت نہ دو۔ اس کے ہاں دیر تو ہے لیکن اندھیر نہیں ہے۔ ورنہ تمھاری نسل تک ختم کر دی جائے گی۔ تاریخ میں صرف تمھارے وحشیانہ مظالم کی داستان باقی رہ جائے گی۔ کیا یہ لادینی حکومت یا رام راجیہ ہے؟

آزادی کشمیر اور بھارت

کشمیر کے لاکھوں باشندے جن کے مطالبہ آزادی کو بھارتی حکومت سلامتی کونسل میں خود تسلیم کر چکی ہے، جس کی خاطر ۱۸ سال سے وہ جدوجہد کر رہے ہیں، قید و بند اور گولیوں کا نشانہ بن رہے ہیں اور ان پر تمھارے وحشیانہ مظالم ساری دنیا میں تمہیں رسوا کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی ملک نے تمھارے موقف کی تائید نہیں کی۔

شیخ عبداللہ نے ملک آزاد ہونے پر اپنی دہلی کی پہلی تقریر میں تم پر واضح کردیا تھا کہ اگر بھارت کا مسلمان امن میں ہے تو کشمیر تمھارا ہے ورنہ کشمیر تمھارا ہرگز نہیں ہے۔ مسلم سکھ اقلیتوں میں اتفاق کے خطرہ کو دور کرنے کی خاطر مسٹر پٹیل نے مسلم ریاستوں کو ختم کرنے کی رشوت دے کر تمام ریاستوں کو ختم کردیا اور سکھ شرنارتھیوں کو پہلے سارے ہندوستان میں بکھیر دیا۔ مشرقی پنجاب میں قدم رکھنے کی اجازت نہ دی۔ دوسرے خالصتان سکھ آزاد اسٹیٹ کا نشہ پلاکر مسلمانوں کا قتل عام کروایا اور دونوں میں منافرت مضبوط کردی۔ اس طرح سکھ اسٹیٹ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔ سکھ اپنی سادگی اور پٹیل پر اعتماد کی وجہ سے برہمنی سیاست کا شکار ہوگئے۔

ہم بھارتی حکومت کو چیلنج کرتے ہیں کہ کسی بھی غیر جانبدار کمیشن کے تقرر سے تحقیقات کروائے تاکہ واضح ہوجائے کہ کون حق بجانب ہے۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ لدھیانوی

خطیب لائل پور جامع مسجد جناح کالونی

۱۹۶۵ء-۹-۳۰

خاتم النبیین لا نبی بعدی
قادیانی نبوت
کا خاتمہ
(مرزائیوں سے چند سوال)
(حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

''ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا اوقال اوحی الیّ ولم یوحی الیہ شئ'' ﴿اور اس شخص سے زیادہ وہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی۔﴾

''الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذی اصطفے''

قادیان کا یوم تبلیغ اور اس کی حقیقت

تمام برادران اسلام کی اطلاع کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ قادیانی جماعت کی طرف سے مورخہ ۲۲؍اکتوبر ۱۹۳۳ء کو تمام ہندوستان میں یوم تبلیغ منانے کا اعلان کیا گیا تھا۔ جس کا مقصد غیر مذاہب میں تبلیغ کرنے کی بجائے صرف مسلمانوں کو دین قیم سے نکال کر مرزاغلام احمد قادیانی کی نبوت کا معتقد بنانا تھا۔ جو کہ جمہور اہل اسلام کے عقیدہ کے مطابق خاتم الانبیا ﷺ کی علانیہ توہین کا مترادف تھا۔ اسی سلسلہ میں ناظر دعوت وتبلیغ قادیان کی طرف سے ایک دو ورقہ پمفلٹ بھی شائع کیا گیا تھا۔ جس کا عنوان ''کیا آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت غیر تشریعی کے اجراء کا قائل کافر ہے'' تھا۔ جس میں مرزاغلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت قبول کرنے میں جو بڑی دقت اہل اسلام کو امت مرزائیہ کے نقطۂ نگاہ کے مطابق پیش آتی ہے کہ: ''مرزاقادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد چونکہ دعویٰ نبوت کفر ہے۔ لہٰذا آپ کا دعویٰ قابل قبول اور صحیح نہیں ہوسکتا۔'' کو دور کرنے کی انتہائی کوشش کی گئی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد ہر مدعی نبوت تشریعی کافر ہے اور مدعی نبوت غیر تشریعی کافر نہیں ہے۔ آپ کی خاتمیت نبوت تشریعی کے اعتبار سے ہے۔ نبوت غیر تشریعی کے لحاظ سے نہیں ہے۔ لیکن جناب مرزاقادیانی نبوت غیر تشریعی کے مدعی ہیں اور تشریعی نبوت کے مدعی کو مرزاقادیانی بھی کافر قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ناظر موصوف نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں مرزاقادیانی کی چند تحریریں بھی پیش فرمائی ہیں۔ اس کے علاوہ بعض محدثین، اولیاء اللہ اور بزرگان امت رحمتہ اللہ علیہم کے چند ناتمام اقوال پیش فرما کر ناواقف حال مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں لانے کی بے حد کوشش فرمائی ہے۔

ہم پہلے ناظر دعوت وتبلیغ قادیان کی خدمت میں یہ گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ مرزاقادیانی کی ان عبارات کے مطابق جو جناب نے اپنے پمفلٹ میں شائع فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ کے بعد نبوت تشریعی کا مدعی کافر ہے اور نبوت غیر تشریعی کا مدعی کافر نہیں ہے۔ جیسا کہ

آپ کے نبوت کو تشریعی اور غیر تشریعی کی طرف منقسم کرنے اور مدعی نبوت تشریعی کو مندرجہ ذیل عبارت میں کافر قرار دینے سے ظاہر ہے۔ ''نبوت کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل تشریعی جس کے ساتھ نئی شریعت اور نئے احکام ہوں۔ دوم غیر تشریعی یعنی جس کے ساتھ نئی شریعت اور نئے احکام نہ ہوں۔ (پمفلٹ ص۱) ہم نبی ہیں۔ ہاں، یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے۔ ایسے دعویٰ کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ (پمفلٹ ص۲) لیکن اگر ہم جناب مرزا قادیانی کو ان کی اپنی عبارات سے نئی شریعت اور نئے احکام لانے والا صاحب وحی اور صاحب شریعت یعنی تشریعی نبی ہونا ثابت کردیں۔ پھر تو جناب مرزا قادیانی خود اپنے نیز آپ کے اور بزرگان ملت کے اقوال کے ان معنی کے مطابق جنہیں آپ پمفلٹ میں شائع فرما چکے ہیں۔ تشریعی نبوت کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائیں گے؟ یا پھر تشریعی نبوت کے کوئی اور ایسے معنی بیان کئے جائیں گے جس سے مرزا قادیانی اپنے نیز آپ کے اور بزرگان ملت کے عائد کردہ کفر سے بچ جائیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

لیجئے! مرزا قادیانی نے خود ہی اپنی مندرجہ ذیل عبارات میں اپنے صاحب شریعت جدیدہ اور صاحب وحی یعنی تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ فرمادیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں ''یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خداتعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم یا محدث ہیں۔ گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔''

(تریاق القلوب ص۱۳۰، خزائن ج۱۵ ص۴۳۲)

جس کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ میں شریعت اور احکام جدیدہ لانے والا نہیں ہوں۔ اس لئے میرا منکر کافر نہیں ہے۔ حالانکہ مرزا قادیانی نے خود صاحب شریعت صاحب وحی اور اپنی وحی کو مثل قرآن کریم خطا سے پاک اور منزہ اور دیگر انبیاء کے برابر بلکہ ان سے بھی افضل ہونے کا دعویٰ فرما کر اپنے اس مندرجہ بالا بیان کی خود تغلیط فرمادی ہے۔ جیسا کہ آپ کی مندرجہ ذیل عبارات سے ظاہر ہے۔

مرزا قادیانی تشریعی نبوت کے مدعی تھے

۱...... ''ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی

کے ذریعہ سے چند امر ونہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔'' (اربعین نمبر۴ ص۶،۷، خزائن ج۱۷ ص۴۳۵) جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ صاحب شریعت یعنی تشریعی نبی تھے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

۲......

آنچہ من بشنوم زوحی خدا
بخدا پاک دانمش زخطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم
از خطاہا ہمیں است ایمانم

(رسالہ نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

یعنی میری وحی قرآن کریم کی طرح خطا سے پاک اور منزہ ہے اور یہی میرا ایمان ہے۔ اس میں قرآن کریم کی برابری کا دعویٰ ہے جو قرآن کریم کی مثل نہ لاسکنے کے سراسر مخالف ہے۔ دوسرا ارشاد ہوتا ہے۔

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم زکسے
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(رسالہ نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

یعنی انبیاء اگرچہ بہت ہو چکے ہیں۔ لیکن خدا کی معرفت میں میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ یہ ایک یقینی امر ہے جو اس کو جھوٹا جانے اور لعنتی ہے۔

ان اشعار میں تمام انبیاء علیہم السلام کی برابری کا دعویٰ ہے۔ جس میں خاتم الانبیا ﷺ بھی شامل ہیں جو صریحاً کفر ہے۔ تیسرا اعلان فرماتے ہیں۔

آنچہ داد است ہر نبی راجام
داد آں جام رامرا بتمام

(رسالہ نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

یعنی خدا نے اپنی معرفت اور احکام کا جو جام ہر نبی کو دیا ہے وہ تمام کا تمام مجھ اکیلے کو دے دیا ہے۔ چونکہ ہر نبی میں حضورﷺ بھی شامل ہیں۔ اس لئے اس شعر میں مرزا قادیانی نے آپ سے افضل ہونے کا دعویٰ بھی فرمادیا ہے۔

ان مذکورہ بالا حوالہ جات کے علاوہ مرزا قادیانی نے نہایت صاف اور واضح الفاظ میں بلا قید تشریعی یا غیر تشریعی یہ اعلان فرمادیا ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کی عبارات ذیل سے ظاہر ہے۔

۳...... ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔'' (اخبار البدر ۵ رمارچ ۱۹۰۸ء)

۴...... ''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں رسول بھیجا۔''

(دافع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱)

۵...... ''قادیان اس واسطے محفوظ رہے گا۔ (طاعون سے) کہ یہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے اور تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔'' (دافع البلاء ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰)

امر واقعہ یہ ہے کہ قادیان میں طاعون پھیلا اور مرزا قادیانی کے متعلقین میں سے بھی بہت سے لوگ مرے جو مرزا قادیانی کے کذاب ہونے کی کھلی نشانی ہے۔ نیز مرزا قادیانی نے اپنے منکر کو کافر بنا کر اپنے مکفر، مکذب اور متردد کے پیچھے نماز ناجائز قرار دیتے ہوئے ساڑھے تیرہ سو سال کے اسلامی حکم حدیث نبویﷺ ''صلوا خلف کل بروفاجر (مشکوٰۃ)'' ﴿ہر نیک اور گنہگار کے پیچھے نماز جائز ہے۔﴾ کو منسوخ فرما کر نیز اپنے آقا و مولیٰ نعمت حکومت برطانیہ کی خوشنودی مزاج کی خاطر جن کی اطاعت آپ کا جزو ایمان ہے۔ جن کے ساتھ جہاد کا خیال تک رکھنا سخت بے ایمانی ہے اور جن کا زوال چاہنا خدا اور رسول کے دشمنوں کا کام ہے۔ حدیث نبویﷺ ''الجهاد ماض الیٰ یوم القیمة '' ﴿جہاد کا حکم قیامت تک جاری رہے گا۔﴾ پر خط تنسیخ کھینچ کر مسلمانوں اور ان کے بچوں تک کا جنازہ ناجائز اور ان کو لڑکی دینا ہندوؤں اور عیسائیوں کو لڑکی دینے کے برابر قرار دے کر اس امر کو بالکل واضح فرمادیا ہے کہ مرزا قادیانی نئی شریعت نئے احکام لانے والے صاحب شریعت اور صاحب وحی یعنی تشریعی نبوت کے مدعی ہیں۔ جیسا کہ تریاق القلوب اور اربعین کی مندرجہ بالا عبارات سے ظاہر ہے۔ ورنہ اپنے منکرین کو کافر قرار دینے، مسلمانوں کے بچوں تک کے جنازے ناجائز، ان کے پیچھے نماز ناجائز، ان سے رشتہ ناطہ ناجائز نیز قیامت تک جہاد یعنی کافروں پر تلوار اٹھانے کو حرام قرار دینے کے کیا معنی۔ جیسا کہ مرزا قادیانی اور ان کے متبعین کی مندرجہ ذیل عبارات سے ظاہر ہے۔

مرزا قادیانی کا منکر کافر ہے

۱...... ’’جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو نہیں مانتا۔‘‘(یعنی میرا منکر کافر ہے)

(حقیقت الوحی ص۱۶۳، خزائن ج۲۲ص۱۶۸)

۲...... ’’کفر دو قسم کا ہے۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا اور دوسرے یہ کفر کہ وہ مسیح موعود (یعنی مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں (یعنی مرزا قادیانی کے) خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۷۹، خزائن ج۲۲ص۱۸۵)

ان عبارات کو تریاق القلوب کی مندرجہ بالا عبارت کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ مرزا قادیانی تشریعی نبوت کے مدعی تھے۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ ورنہ اپنے منکر کو خاتم الانبیاء کے انکار کرنے والے کے برابر کافر کیوں قرار دیتے۔ چنانچہ یہی مذہب موجودہ امت مرزائیہ کا ہے۔ جیسا کہ خلیفہ نورالدین صاحب خلیفہ اوّل کے مندرجہ ذیل اشعار سے ظاہر ہے۔

مرزا قادیانی کے منکرین کے متعلق خلیفہ اوّل کا فیصلہ

اسم او اسم مبارک ابن مریم می نہند
آں غلام احمد است ومرزائے قادیاں
گر کسے آرد شکے درشان اوآں کافر است
جائے اوباشد جہنم بیشک وریب وگماں

(الحکم ۷؍اگست ۱۹۰۸ء)

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت میں شک کرنے والا بھی کافر اور جہنمی ہے تو اب منکر کے کافر اور جہنمی ہونے میں کیا شک رہا۔ نیز جیسا کہ خلیفہ بشیرالدین محمود خلیفہ ثانی جماعت قادیان کے ارشادات گرامی سے بھی ظاہر ہے۔

مسلمانوں کے متعلق خلیفہ ثانی کا فیصلہ

۱...... ’’محکم کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی ہیں۔ بلحاظ نفس نبوت یقیناً ویسے جیسے ہمارے آقا سیدنا محمد ﷺ محکم کیا ہے۔ نبی کا منکر اولئک ہم الکافرون حقاً کے فتویٰ کے نیچے ہے۔‘‘(یعنی مرزا قادیانی کا منکر ویسا ہی پکا کافر ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا منکر کافر

ہے)　　　　(الفضل ج۲ص۲، ۳نمبر۱۲۲، ۱۲۳، مورخہ ۴، ۶/اپریل ۱۹۱۴ء)

۲...... ’’قرآن شریف میں انبیاء کے منکرین کو کافر کہا گیا ہے اور ہم لوگ حضرت مسیح موعود (مرزاقادیانی) کو نبی اللہ مانتے ہیں۔ اس لئے ہم آپ کے منکروں کافر سمجھتے ہیں۔‘‘　　　　(تشحیذ الاذہان ج۶ ش۴ص۱۲۱، اپریل ۱۹۱۱ء)

۳...... ’’ہر ایک جو مسیح موعود (مرزاقادیانی) کی بیعت میں داخل نہیں ہوچکا کافر ہے۔ جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔‘‘

(تشحیذ الاذہان ج۶ ش۴ص۱۴۰، اپریل ۱۹۱۱ء)

۴...... ’’آپ نے (مرزاقادیانی نے) اس شخص کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے۔ مگر مزید اطمینان کے لئے بھی بیعت میں توقف کرتا ہے کافر ٹھہرایا ہے۔ بلکہ اس کو بھی جو دل میں آپ کو سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف کافر ٹھرایا ہے۔‘‘　　　　(تشحیذ الاذہان ج۶ص۱۴۰، ۱۴۱)

ان ہر دو خلیفہ صاحبان کی مندرجہ بالا عبارت کو جن میں مرزاقادیانی کے نہ صرف منکر بلکہ سچا سمجھ کر بیعت میں توقف کرنے والے کو بھی کافر قرار دیا گیا ہے۔ مرزاقادیانی کی تریاق القلوب والی مندرجہ بالا عبارت کے ساتھ ملاکر پڑھنے سے یہ صاف نتیجہ نکل آتا ہے کہ مرزاقادیانی نبوت تشریعی کے مدعی تھے۔ نہ غیر تشریعی کے، ورنہ ہر دو خلیفہ صاحبان آپ کے منکر اور سچا سمجھ کر بیعت میں توقف کرنے والے کو کافر کیسے قرار دیتے۔

کسی مسلمان اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والے مرزائی کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں

مرزاقادیانی فرماتے ہیں:

۱...... ’’پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔‘‘

(اربعین نمبر۳ص۳۴ حاشیہ، خزائن ج۱۷ص۴۱۷)

۲...... ’’میرے منکروں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔‘‘　　　　(فتاویٰ احمدی ص۱۸)

اسی پر اکتفاء نہیں کیا۔ بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ: ’’جو احمدی ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے۔ اس کے پیچھے بھی نماز نہ پڑھو۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

۳...... ’’جو احمدی ان کے (مسلمانوں کے) پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ جب تک توبہ نہ کرے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔‘‘　　　　(فتاویٰ احمدی ص۲۶)

مسلمان کافر ہے اور اس کا جنازہ جائز نہیں

۴...... ''غیر احمدی کے جنازے کے متعلق ہم نے محکمات کو دیکھنا ہے۔ محکم کیا ہے۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) نبی ہیں۔ بلحاظ نفس نبوت یقیناً ایسے جیسے ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ، محکم کیا ہے نبی کا منکر ''اولئك هم الكفرون حقا'' کے فتویٰ کے نیچے ہے۔ محکم کیا ہے کافر کا جنازہ جائز نہیں۔''

(الفضل ج۲ ص۱۲۳، ۱۲۲، مورخہ ۴، ۶؍اپریل ۱۹۱۵ء، ص۳، ۴، ش۳۰)

''خاوند احمدی ہے۔ مگر بیوی نے بیعت نہیں کی تو اس کا جنازہ بھی جائز نہیں۔''

۵...... ''ایک شخص نے دریافت کیا کہ احمدی کی بیوی فوت ہو جائے اور اندیشہ ہے کہ غیر احمدی اس کا جنازہ نہ پڑھیں گے۔ مگر تمام گھر کے آدمی احمدی ہوں اور بیوی مذکور نے بیعت نہ کی ہو تو اس کے جنازہ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا جس کا ایمان کامل نہیں۔ اس کے جنازے کا کیا فائدہ؟'' (الفضل مذکور ص۲)

مسلمان بچے کا جنازہ جائز نہیں

۶...... ''پس غیر احمدی کا بچہ غیر احمدی ہی ہوا۔ اس لئے اس جنازہ بھی نہ پڑھنا چاہئے۔'' (انوار خلافت ص۹۳)

مسلمان ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح کافر ہیں ان کو اپنی لڑکی مت دو

۷...... ''کیا کوئی غیر احمدیوں (مسلمانوں) میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے دے۔ ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو۔ مگر وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو۔'' (ملائکۃ اللہ ص۴۶)

جہاد قطعاً حرام ہے

۸...... ''ہر ایک شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود جانتا ہے۔ اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے۔'' (ضمیمہ رسالہ جہاد ص۷) ''بعض احمق اور نادان سوال کرتے ہیں کہ اس گورنمنٹ سے جہاد کرنا درست ہے یا نہیں۔ سو یاد رہے کہ یہ سوال ان کا نہایت حماقت کا ہے۔ کیونکہ جس کے احسانات کا شکر کرنا عین فرض اور واجب ہے۔ اس سے جہاد کیسا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ محسن کی بدخواہی کرنا ایک حرامی اور بدکار آدمی کا کام ہے۔'' (شہادۃ القرآن ص۸۱، خزائن ج۶ ص۳۸۰)

۹...... "آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا۔ خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے۔ وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے۔ جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمادیا ہے کہ مسیح موعود (یعنی مرزا قادیانی کے) آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور (یعنی مرزا قادیانی) کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔"

اشتہار چندہ منارۃ المسیح

۱۰...... "یادرہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں۔ نہ اس کی انتظار ہے۔ بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے۔"

(اشتہار رواجب الاظہار ۴ رنومبر ۱۹۰۰ء ص ا، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص ۳۵۷)

کیا یہ مسیح (مرزا قادیانی) پاگل ہے یا منافق؟

اچھے مسیح آئے کہ جس قوم کو دجال اور یاجوج ماجوج بتلائیں اور اس کو شکست دینے کے لئے اپنی مسیحیت ظاہر کریں اور اسی کی اطاعت اپنا جزو ایمان قرار دیں اور اسی سے قیامت تک کے لئے جہاد حرام فرمائیں۔

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مشہور مقولے کے مطابق آپ جیسے مدعی مسیحیت سے ایسے متعارض کلمات کی امید تھی جو آپ کے پاگل یا منافق ہونے کی کھلی نشانی ہے۔ جیسا کہ آپ ہی کی مندرجہ ذیل کلام سے ظاہر ہے "اور ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریق سے انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔" (ست بچن ص ۳۱، خزائن ج ۱۰ ص ۱۴۳)

مرزائیوں سے ایک سوال

کیا ابا جان کی اسی بہادری پر صاحبزادہ بشیر الدین محمود خلیفہ ثانی قادیان اپنے پمفلٹ "ندائے ایمان" میں تبلیغ حق کے لئے مسیحی فوج میں بھرتی ہو کر اپنے ابا جان کے مندرجہ بالا ارشادات گرامی کے مطابق مسلمانوں کے مقابلہ میں خون کی ندیاں بہانے کی دعوت دے رہے ہیں۔ جیسا کہ آپ کے مندرجہ ذیل تبلیغی ٹریکٹ نمبر ۴ کی عبارت سے ظاہر ہے۔

"حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوؤں پر ایمان لاتے ہوئے احمدیت کو قبول کرو۔

تاکہ یہ مصیبت کے دن ٹل جائیں۔ اگر وفادار ہو تو دیر نہ لگاؤ۔ اٹھو اور اپنے خونوں سے اس باغ کے درخت کو سیراب کرو۔ آسمانی باغ کنوؤں کے پانیوں سے نہیں بلکہ مومنوں کے خون سے سینچے جاتے ہیں۔'' تبلیغی ٹریکٹ نمبر۴، مذکورہ بالا عبارات میں مرزا قادیانی اور ان کے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود نے ساڑھے تیرہ سو سال کے متفقہ مسائل کو منسوخ فرما کر اس امر کی کامل تصدیق فرمادی ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ تشریعی نبوت کا ہے۔ غیر تشریعی کا نہیں۔ جیسا کہ ناظر دعوت وتبلیغ قادیان نے ناواقف لوگوں کو دھوکہ دے کر گمراہ کرنے کی ناکام کوشش فرمائی ہے۔ ورنہ اپنے منکر کو کافر اور اسلام کے مذکورہ بالا متفقہ مسائل پر خط تنسیخ کھینچنے کے کیا معنی۔ کیا ناظر دعوت وتبلیغ قادیان اور ان کے اذناب وانیاب کو ان تصریحات کے باوجود یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مرزا قادیانی تشریعی نبی نہ تھے۔ کیا اب بھی بزرگان ملت کے ان اقوال کے مطابق جنہیں ناظر موصوف نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے پمفلٹ میں شائع فرمایا ہے۔ مرزا قادیانی کافر نہیں ہیں؟

آپ ؐ کے بعد ہر مدعی نبوت کافر ہے

دوسرے برادران اسلام پر ہم اس امر کو بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ تمام اسلامی فرقے کتاب اللہ سنت رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت کے مطابق اس امر پر متفق ہیں کہ آپ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔ اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اس پر اصرار کرنے والا واجب القتل ہے۔ جیسا کہ روح المعانی میں ہے۔'' وکون صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین مما نطقت به الکتب وصدعت به السنة واجمعت به الامة فیکفر مدعی خلافه ویقتل ان اصر'' (روح المعانی ج۷ ص۶۵)

حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے پر (نہ صرف قرآن کریم بلکہ) تمام آسمانی کتابیں ناطق ہیں اور احادیث نبویہ نے نہایت وضاحت سے اس مسئلہ کو بیان کر دیا ہے اور تمام امت نے اس پر اجماع اور اتفاق کیا ہے۔ اس لئے اس کے خلاف دعویٰ کرنے والا کافر ہے اور اگر اصرار کرے تو واجب القتل ہے۔

خلاصہ الفتاویٰ اور فصول عمادی میں ہے۔'' ولو ادعی رجل النبوة وطلب رجل المعجزة قال بعضهم یکفر وقال بعضهم ان کان غرضه اظهار عجزه وافتضاحه لا یکفر'' (خلاصہ ج۴ ص۳۸۶، فصول ص۱۳۰۰)

آپ کے بعد اگر کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کسی مسلمان نے اس سے معجزہ طلب کیا۔ بعض ائمہ نے کہا یہ معجزہ طلب کرنے والا بھی مطلقاً کافر ہے۔ (مدعی تو آپ ؐ کے بعد دعویٰ

نبوت کرنے کی وجہ سے کافر ہے اور طالب معجزہ آپؐ کے آخری نبی ہونے میں شک کرنے کی وجہ سے کافر ہے اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے۔ (خیرات الحسان ص۵۰) اور بعض نے (یہ تفصیل فرمائی ہے) کہ اگر دوسرے مسلمان نے اس مدعی نبوت کو عاجز اور رسوا کرنے کے لئے معجزہ طلب کیا ہے تو کافر نہیں ہے۔ (آپ کے خاتم النبیین ہونے کے کیا معنی ہیں) اور آپ کے خاتم النبیین ہونے کے یہی معنی ہیں کہ آپ کے بعد مطلقاً منصب نبوت کسی کو نہیں دیا جائے گا اور نہ کوئی نیا نبی آپؐ کے بعد پیدا ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام جو آپؐ کے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کو کوئی نیا منصب نبوت نہیں عطا کیا جائے گا۔ بلکہ آپ سے پہلے ان کو یہ منصب دیا جاچکا ہے اور وہ آپ سے پہلے پیدا بھی ہوچکے ہیں۔ جیسا کہ ایک صوبہ کا گورنر دوسرے صوبہ میں آئے تو وہ بذاتہ گورنر بھی ہے اور دوسرے گورنر کے احکام کا پابند بھی ہے۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام آپ کی امت میں تشریف لائیں گے جو بذاتہ رسول ہیں۔ لیکن تبلیغ احکام میں آپ کی شریعت کے تابع ہوں گے تاکہ آپ کی فضیلت کو دیگر انبیاء پر عملاً ثابت کر دیا جائے کہ اولوالعزم صاحب شریعت جدیدہ آپ کے ماتحت ہوکر آپ کے احکام کی تبلیغ فرمائیں گے اور کسی نبی کو یہ فضیلت نہیں دی گئی۔

تحفہ شرح منہاج میں کلمات کفر شمار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ’’او جوز نبوۃ احد بعد وجود نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وعیسیٰ علیہ السلام نبی قبل فلا یرد‘‘ (ازاکفار ص۴۲) (یعنی یہ بھی کفر ہے) کہ کسی کی نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد جائز رکھے اور عیسیٰ علیہ السلام (چونکہ) آپ سے پہلے نبی بن کر منصب نبوت پاچکے ہیں۔ اس لئے ان کے نزول (دوبارآنے) سے آپ کے خاتم النبیین ہونے پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

ختم نبوت کے متعلق خود حضور ﷺ کا فیصلہ

بخاری اور مسلم میں ہے۔ حدیث ’’عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال ان مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنیٰ بیتاً فاحسنه واجمله الا موضع اللبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون ویعجبون له ویقولون ھلا وضعت ھذه اللبنة وانا خاتم النبیین (رواه البخاری فی کتاب الا نبیاء ومسلم فی الفضائل ج۲ ص۲٤۸، احمد فی مسنده ج۲ ص۳۹۸، والنسائی والترمذی وفی بعض الفاظه فکنت انا سددت موضع اللبنة وختم بی البیان وختم بی الرسل ھکذا فی لکنزا بن عساکر)‘‘ ﴿حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میری مثال پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے نہایت اچھا گھر بنایا۔ مگر اس کے ایک گوشہ

میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی۔ پس لوگ اس گھر کو دیکھنے کے لئے جوق جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ یہ اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی۔ (تاکہ مکان نبوت کی تعمیر پوری ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس گوشہ کو پر کر دیا اور مجھ سے قصر نبوت مکمل ہوا اور میں خاتم النبیین ہوں یا مجھ پر تمام رسول ختم کر دیئے گئے۔﴾

جو لوگ مسئلہ ختم نبوت کو صرف نبوت تشریعیہ کے ساتھ خاص کر دینا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ امت مرزائی کا خیال ہے۔ اس حدیث کے مضمون پر غور فرمائیں کہ آنحضرت ﷺ نے کیسی بلیغ تمثیل کے ساتھ ان کے اوہام باطلہ کا استیصال فرمادیا ہے۔ کیونکہ اس تمثیل کا حاصل یہ ہے کہ نبوت ایک عالی شان محل کی طرح پر ہے۔ جس کے ارکان انبیاء علیہم السلام ہیں خاتم الانبیاء ﷺ کے اس عالم میں تشریف لانے سے پہلے یہ محل بالکل تیار ہو چکا تھا۔ لیکن ایک اینٹ کی کمی اس کی تعمیر میں باقی تھی۔ جس کو خاتم الانبیاء ﷺ نے پورا فرما کر قصر نبوت کی تکمیل فرمادی۔ اب اس میں نہ تو نبوت تشریعیہ کی اینٹ کی گنجائش ہے اور نہ غیر تشریعیہ وغیرہ کی۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ مثل الانبیاء من قبلی کے عموم سے ظاہر ہے۔ جن میں انبیائے شریعت جدیدہ اور پہلے شریعتوں کے متبع سب شامل ہیں۔ کیونکہ ان سب کے مجموعہ ہی سے قصر نبوت بنا تھا۔ جس میں صرف ایک اینٹ کی کمی تھی جسے خاتم الانبیاء ﷺ نے پورا فرما کر ہمیشہ کے لئے اس کمی کا خاتمہ فرمادیا۔ اب آپ ؐ کے بعد کسی قسم کے نبی کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔

تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح الرحمان میں ہے:

حدیث نمبر۲…… ’’قال رسول اللہ ﷺ انا اول النبیین فی الخلق وآخرھم فی البعث‘‘ ﴿آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں پیدائش میں تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے تھا اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔﴾

اس حدیث نے اس امر کو بالکل واضح کر دیا ہے کہ اگر کوئی نیا نبی مرزا قادیانی کی طرح آپ کے بعد مبعوث ہوگا تو بعثت میں آپ کا سب سے آخر ہونا صحیح ثابت نہ ہوگا۔ جو مضمون حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بخاری میں ہے:

حدیث نمبر۳…… ’’قال رسول اللہ ﷺ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات‘‘

﴿آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ نبوت میں سے مبشرات کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی۔﴾

اس سے بھی زیادہ مفصل حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کنز العمال میں ہے:

حدیث نمبر۴…… ’’عن النبی ﷺ انہ قال لا یبقی بعدہ من النبوۃ شئی

الامبشرات قالوا یارسول اللّٰہ وماالمبشرات قال الرویا الصالحۃ یراھا المسلم اوتریٰ لہ ‘‘ ﴿آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد مبشرات کے سوانبوت میں سے کوئی جز باقی نہیں رہے گا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللّٰہ ﷺ مبشرات کیا چیز ہے؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھی خواب جو کوئی مسلمان خود دیکھے یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔﴾

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی ہر دو مذکورہ بالا حدیثوں نے بھی اس امر کو بالکل واضح کردیا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد ہر قسم کی نبوت تشریعی ہو خواہ غیر تشریعی سب کا خاتمہ ہے۔ اگر کوئی شخص مبشرات یعنی محض اچھا خواب دیکھنے کی وجہ سے نبی کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے تو پھر اس میں مرزا قادیانی کی کیا خصوصیت ہے۔ حضرت عائشہؓ ہی سے کنزالعمال میں ہے:

حدیث نمبر۵…… ’’قال رسول اللّٰہ ﷺ انا خاتم الانبیاء ومسجدی خاتم مساجد الانبیاء ‘‘ ﴿آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم ہے۔ یعنی چونکہ میں نبیوں کا ختم کردینے والا ہوں اور میری مسجد مساجد انبیاء کی ختم کردینے والی ہے۔ اس لئے میرے بعد نہ تو کوئی نبی بنایا جائے گا اور نہ کوئی نبی کی مسجد بنے گی۔﴾

اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ دنیا میں میرے بعد کوئی بھی مسجد نہ بنے گی۔ جیسا کہ امت مرزائیہ اس حدیث کے جواب سے تنگ آکر ایسا غلط معنی کیا کرتی ہے۔

کیا ان تصریحات کے بعد کسی مسلمان بلکہ کسی منصف انسان کو یہ حق باقی رہتا ہے کہ حضرت عائشہؓ پر افتراء باندھے کہ آپ ختم نبوت سے انکار فرماتی ہیں۔ (العیاذباللّٰہ) جیسا کہ ناظر دعوت وتبلیغ قادیان نے اپنے پمفلٹ میں ایسا کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت عائشہؓ پر مرزائیوں کا جھوٹا الزام اور اس کا جواب

گو مذکورہ بالا صحیح اور معتبر روایات کی موجودگی میں: ’’قولوا انہ خاتم الانبیاء ولاتقولوا لا نبی بعدہ ‘‘ ﴿یہ تو کہو کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور یہ مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔﴾ جیسی ضعیف روایت کا جواب (جسے حضرت عائشہؓ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے) دینے کی چنداں ضرورت اور حاجت نہ تھی۔ لیکن چونکہ قصر مرزائیت کا سنگ بنیاد ناظر دعوت وتبلیغ قادیان نے اپنی تحریر میں اسی روایت کو قرار دیا ہے۔ اس لئے اس کے متعلق جواباً عرض کیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ حیات عیسیٰ علیہ السلام کی چونکہ قائل ہیں جیسا کہ جمہور [illegible] اور جمہور [illegible] کا مذہب ہے اور لا نبی بعدہ سے بظاہر اس عقیدہ کی نفی لازم آتی ہے جو جمہور امت کے خلاف ہے۔

اس لئے فرماتی ہیں: ''قولوا انه خاتم الانبیاء ولا تقولو لا نبی بعده'' یعنی آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء تو بے شک کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کے بعد تشریف لانے والے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ کے مندرجہ ذیل ارشاد سے حضرت عائشہؓ کی یہ مراد ظاہر ہے:

''حسبك اذا قلت خاتم الانبیاء فانا کنا نحدث ان عیسیٰ علیه السلام خارج فان هو خرج فقد کان قبله وبعده (درمنثور ص۲۰۴ ج۵)''

﴿تمہارے لئے صرف خاتم الانبیاء کہہ دینا کافی ہے (لا نبی بعده کہنے کی ضرورت نہیں) کیونکہ ہم سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نکلنے والے ہیں۔ پس جب وہ نکلیں گے تو وہ آپ سے پہلے بھی ہوئے اور بعد میں بھی۔ حضرت مغیرہ کے اس ارشاد نے اس امر کو بھی واضح کر دیا کہ آنے والے عیسیٰ علیہ السلام سے وہی مراد ہیں جو آپ سے پہلے بھی تھے اور بعد میں بھی ہوں گے۔ مرزا قادیانی ہرگز مراد نہیں جو کہ پہلے نہ اور بعد میں ہے۔﴾

حضرت عائشہؓ کے اس ارشاد کا یہ ہرگز منشاء نہ تھا کہ عائشہؓ آپ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی اور نئے نبی یعنی مرزا قادیانی جیسے کے تشریف لانے کا عقیدہ رکھتی ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیثوں سے ظاہر ہے جن کے روایت کرنے والوں میں خود عائشہ بھی ہیں۔ (طاہر سندھی کی مراد)

یہی مراد اس عبارت کی ہے جسے ناظر صاحب موصوف نے سید محمد طاہر سندھی کے حوالہ سے تکملہ مجمع البحار سے نقل کیا ہے۔ جیسا کہ ان کے الفاظ ''هذا ناظر الی نزول عیسیٰ وهذا ایضا لاینافی لا نبی بعدی'' یعنی حضرت عائشہؓ کا یہ قول ''لا تقولوا لا نبی بعده'' عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ نازل ہونے کو مدنظر رکھ کر کہا گیا ہے اور یہ حضور کے ارشاد ''لا نبی بعدی'' کے بھی مخالف نہیں ہے۔ ظاہر ہے طاہر سندھی کا یہ ہرگز منشا نہیں ہے کہ عائشہ صدیقہؓ عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی اور نبی کے آنے کی قائل نہیں۔ کیونکہ یہ امر عائشہؓ کی مذکورہ بالا روایات کے قطعاً مخالف ہے۔

اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی مراد

اور یہی مراد بزرگان ملت کے ان اقوال کی ہے۔ جنہیں ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان نے اپنا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے پیش کیا ہے۔ کیونکہ اگر مرزا قادیانی اور ناظر صاحب کے بیان کردہ معنی نبوت کے مطابق ان بزرگان ملت کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی اور نبی غیر تشریعی کا آنا ثابت ہوتا تو پھر روایۃ ابن ماجہ ''لو عاش ابراهیم لکان نبیاً'' اگر ابراہیم علیہ السلام زندہ

رہتے تو البتہ نبی ہوتے۔ کے یہ معنی ہوتے کہ آپ کے بعد سچے نبی آئیں گے جو کہ حضرت انسؓ کے بیان کردہ معنی ’’ولو بقی لکان نبیاً لکن لم یبق لان نبیکم وآخر الانبیاء ‘‘اور اگر ابراہیم باقی رہتے تو نبی ہوتے۔ لیکن اس لئے باقی نہ رہے کہ تمام نبی آخری نبی ہیں کے قطعاً مخالف ہے تو ملا علی قاری بلاقید تشریعی آپ کے بعد مدعی نبوت کو کافر قرار نہ دیتے۔ جیسا کہ علامہ موصوف شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں کہ: ’’دعویٰ النبوۃ بعد نبیناﷺ کفر بالاجماع (شرح فقه اکبر ص ۲۰۲) ‘‘﴿اور نبوت کا دعویٰ ہمارے نبی ﷺ کے بعد بالاجماع کفر ہے۔﴾

نیز علامہ موصوف شرح شمائل میں مہر نبوت کو نبوت کی طرف اضافت فرما کر بیت نبوت میں کسی آنے والے نبی کا داخلہ ممنوع نہ قرار دیتے۔ جیسا کہ شرح شمائل میں ہے۔ ’’واضافة الیٰ النبوة لانه ختم به بیت النبوة حتیٰ لا یدخل بعده احد ‘‘﴿مہر نبوت کی اضافت نبوت کی طرف اس لئے ہے کہ اس کے ذریعے سے محل نبوت پر مہر لگ چکی ہے۔﴾

یہاں تک کہ اس کے بعد کوئی اس میں داخل نہ ہوگا۔ نیز آیۃ قرآنیہ ’’لوکان فیهما الهة الا اللّٰه لفسدتا ‘‘﴿اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو البتہ زمین وآسمان برباد ہوجاتے۔﴾ کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ خدا کے سوا اور معبود بھی ہوسکتے ہیں۔

نیز ’’لوکان للرحمن ولداً فانا اوّل العابدین ‘‘﴿اگر خدا کے لئے بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرتا۔﴾ کے بھی یہی معنی ہوں گے کہ خدا کے بیٹے ہوسکتے ہیں۔ حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے۔ اسی طرح مذکورہ بالا روایۃ ابن ماجہ کے یہ معنی لینا کہ آپ کے بعد نبی ہوسکتے ہیں۔ بھی باطل ہے۔ ورنہ خدا کا شریک اور خدا کا بیٹا ماننا پڑے گا۔ جو قطعاً باطل ہے۔

علامہ موصوف کی ان تصریحات نے محل نبوت پر مہر لگا کر مرزا قادیانی کی ایجاد کردہ نبوت تشریعی اور غیر تشریعی دونوں کا خاتمہ فرمادیا ہے۔ (نبوت تشریعی اور غیر تشریعی کے بیان کردہ معنی غلط ہیں) نیز شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ کے نزدیک مرزا قادیانی کے بیان کردہ معنی نبوت کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کے سوا اگر کسی غیر تشریعی نبی کا آنا ثابت ہوتا تو اپنی کتاب (فتوحات مکیہ ج۳ ص۵۱) پر مندرجہ ذیل تصریح فرما کر مرزا قادیانی اور ان کے اذناب وانیاب کی امیدوں پر ہمیشہ کے لئے پانی نہ پھیر جاتے۔ جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ’’فما بقی للاولیاء الیوم بعد ارتفاع النبوة الا التعریفات وانسدت ابواب الاوامر والنواهی فمن ادعا مما بعد محمدﷺ فهو مدعی شریعة اوجابها اللّٰه سواء وانفق بها شرعنا اوخالف ‘‘یعنی آج اولیاء کے لئے نبوت اٹھ جانے کے بعد بجز تعریفات کچھ باقی نہیں رہا اور

امر ونواہی کے سب دروازے بند ہو چکے ہیں۔ اب جو کوئی محمد ﷺ کے بعد امر و نہی کا مدعی ہو (جیسے مرزا قادیانی اربعین نمبر۴ ص ۶، ۷) وہ اپنی طرف وحی شریعت آنے کا مدعی ہے خواہ وہ وحی ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔

شیخ اکبر کی اس عبارت نے اس امر کو بالکل واضح کر دیا کہ مرزا قادیانی اور ناظر صاحب کے بیان کردہ معنی نبوت تشریعی اور غیر تشریعی غلط ہیں۔ بلکہ آپ کے بعد ''ہر مدعی نبوت خواہ اس کی وحی پہلی وحی کے مطابق ہو جسے مرزا قادیانی غیر تشریعی نبی فرماتے ہیں یا مخالف۔ جسے آپ تشریعی نبی قرار دیتے ہیں'' اصطلاح شریعت میں تشریعی نبی کہلاتا ہے۔ جو مرزا قادیانی نیز ناظر صاحب موصوف کے بیان کردہ معنی نبوت کے سراسر خلاف ہے۔ نیز امام عبدالوہاب شعرانی نے (الیواقیت والجواہر ص۳۴ ج۲) شیخ اکبر کی مندرجہ بالا عبارت پر عبارت ذیل ''فان کان مکلفاً ضربنا عنقه والاضربنا عنه صفحا'' ﴿پھر اگر وہ مدعی نبوت مکلّف ہے یعنی مجنون وغیرہ نہیں تو ہم اسے قتل کریں گے اور اگر مکلّف نہیں یعنی دیوانہ ہے تو اس سے اعراض کریں گے۔﴾ کا اضافہ فرما کر اس امر کا فیصلہ فرمادیا ہے کہ امام موصوف کی عبارت مندرجہ پمفلٹ کا وہ مطلب نہیں ہے جسے ناظر قادیان نے بیان کیا ہے۔ بلکہ ایسی نبوت یعنی غیر تشریعی کے مدعی کو بھی امام موصوف واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ اکبر کی مندرجہ بالا عبارت پر امام موصوف کے اضافہ سے ظاہر ہے۔

شیخ اکبر کی مندرجہ بالا عبارت میں جب یہ امر طے کر دیا گیا ہے کہ ہر مدعی نبوت خواہ احکام جدیدہ لانے والا ہو خواہ پہلی شریعت کا تابع ہو کر دعویٰ نبوت کرنے والا ہو۔ اصطلاح شریعت میں تشریعی نبی کہلاتا ہے تو ناظر موصوف کا عارف ربانی عبدالکریم جیلانی اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نیز علامہ لکھنویؒ کی نقل کردہ عبارات میں انقطاع نبوت تشریعی کا یہ معنی بیان کرنا کہ آپ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے وغیر تشریعی نبی جو پہلی شریعت پر عامل ہو۔ آ سکتا ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت نیز شیخ اکبر کی مندرجہ بالا تصریح کے قطعاً مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے اور یہ ان بزرگان ملت پر امت مرزائیہ کی طرف سے علانیہ احکام شرعیہ کی مخالفت کا جھوٹا الزام ہے۔

اسی طرح مولانا محمد قاسم صاحبؒ بانی دارالعلوم دیوبند کی غیر متعلقہ عبارتوں کو اوّل آخر کاٹ کر غلط طریق پیش کرنے سے مولانا موصوف کے خلاف غلط فہمی پھیلاتا ہے۔ جس سے ناظر موصوف کی دیانت کا پتہ چلتا ہے۔ ورنہ مولانا مرحوم کا مقصد آنحضرت ﷺ کے کمالات

امر ونواہی کے سب دروازے بند ہو چکے ہیں۔ اب جو کوئی محمد ﷺ کے بعد امر ونہی کا مدعی ہو (جیسے مرزا قادیانی اربعین نمبر۴ص ۶، ۷) وہ اپنی طرف وحی شریعت آنے کا مدعی ہے خواہ وہ وحی ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔

شیخ اکبر کی اس عبارت نے اس امر کو بالکل واضح کر دیا کہ مرزا قادیانی اور ناظر صاحب کے بیان کردہ معنی نبوت تشریعی اور غیر تشریعی غلط ہیں۔ بلکہ آپ کے بعد ''ہر مدعی نبوت خواہ اس کی وحی پہلی وحی کے مطابق ہو جسے مرزا قادیانی غیر تشریعی نبی فرماتے ہیں یا مخالف۔ جسے آپ تشریعی نبی قرار دیتے ہیں'' اصطلاح شریعت میں تشریعی نبی کہلاتا ہے۔ جو مرزا قادیانی نیز ناظر صاحب موصوف کے بیان کردہ معنی نبوت کے سراسر خلاف ہے۔ نیز امام عبدالوہاب شعرانی نے (الیواقیت والجواہر ص۳۴ ج۲) شیخ اکبر کی مندرجہ بالا عبارت پر عبارت ذیل ''فان کان مکلفاً ضربنا عنقه والاضربنا عنه صفحا'' ﴿پھر اگر وہ مدعی نبوت مکلّف ہے یعنی مجنون وغیرہ نہیں تو ہم اسے قتل کریں گے اور اگر مکلّف نہیں یعنی دیوانہ ہے تو اس سے اعراض کریں گے۔﴾ کا اضافہ فرما کر اس امر کا فیصلہ فرما دیا ہے کہ امام موصوف کی عبارت مندرجہ پمفلٹ کا وہ مطلب نہیں ہے جسے ناظر قادیان نے بیان کیا ہے۔ بلکہ ایسی نبوت یعنی غیر تشریعی کے مدعی کو بھی امام موصوف واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ اکبر کی مندرجہ بالا عبارت پر امام موصوف کے اضافہ سے ظاہر ہے۔

شیخ اکبر کی مندرجہ بالا عبارت میں جب یہ امر طے کر دیا گیا ہے کہ ہر مدعی نبوت خواہ احکام جدیدہ لانے والا ہو خواہ پہلی شریعت کا تابع ہو کر دعویٰ نبوت کرنے والا ہو۔ اصطلاح شریعت میں تشریعی نبی کہلاتا ہے تو ناظر موصوف کا عارف ربانی عبدالکریم جیلانی اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نیز علامہ لکھنویؒ کی نقل کردہ عبارات میں انقطاع نبوت تشریعی کا یہ معنی بیان کرنا کہ آپ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے وغیر تشریعی نبی جو پہلی شریعت پر عامل ہو۔ آ سکتا ہے۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت نیز شیخ اکبر کی مندرجہ بالا تصریح کے قطعاً مخالف ہونے کی وجہ سے ناقابل اعتبار ہے اور یہ ان بزرگان ملت پر امت مرزائیہ کی طرف سے علانیہ احکام شرعیہ کی مخالفت کا جھوٹا الزام ہے۔

اسی طرح مولانا محمد قاسم صاحبؒ بانی دارالعلوم دیوبند کی غیر متعلقہ عبارتوں کو اوّل آخر کاٹ ٹکڑ غلط طریق پیش کرنے سے مولانا موصوف کے خلاف غلط فہمی پھیلاتا ہے۔ جس سے ناظر موصوف کی دیانت کا پتہ چلتا ہے۔ ورنہ مولانا مرحوم کا مقصد آنحضرت ﷺ کے کمالات

مرزائیوں سے چند سوال

۱...... مرزا قادیانی نے لکھا تھا۔ ’’میرے زمانہ میں دنیا کی تمام قومیں ایک مسلم قوم کی شکل بن جائیں گی۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۲۲۲، خزائن ج۲۳ ص۲۳۱) کیا ایسا ہوگیا؟

۲...... مرزا قادیانی نے لکھا تھا کہ: ’’میرے زمانہ میں مکہ مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو جائے گی۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۲، خزائن ج۱۹ ص۱۰۸) کیا یہ کام ہوگیا؟

۳...... مرزا قادیانی نے لکھا تھا کہ: ’’میں دجال کو مسلمان بنا کر ساتھ لے کر حج کروں گا۔‘‘ (ایام الصلح فارسی ص۱۳۷، خزائن ج۱۴ ص۴۱۶) کیا ایسا ہوگیا؟

۴...... مرزا قادیانی نے لکھا تھا کہ: ’’میں مدینہ میں روضہ نبویہ میں دفن ہوں گا۔‘‘ (ازالہ ص۴۷۰، خزائن ج۳ ص۳۵۲) کیا ایسا ہوا؟

۵...... مرزا قادیانی نے لکھا تھا۔ ’’عبداللہ آتھم پادری پندرہ ماہ میں (۶؍ستمبر ۱۸۹۴ء تک مرجائے گا)‘‘ (جنگ مقدس ص۱۸۸) کیا ایسا ہوا؟

۶...... مرزا قادیانی نے لکھا تھا کہ: ’’مرزا احمد بیگ کی بیٹی سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے۔ دنیا میں اگر یہ بیوی میرے پاس نہ آئے تو میں جھوٹا۔‘‘ (شہادۃ القرآن ص۸۰، خزائن ج۶ ص۳۷۶) کیا یہ منکوحہ مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کے مطابق ان کے گھر میں آگئیں؟

۷...... مرزا قادیانی نے لکھا تھا کہ: ’’مجھ سے خدا نے فرمایا ہے۔‘‘ انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون ’’یعنی اے مرزا قادیانی تو جب کسی چیز کو موجود ہونے کا حکم دے گا تو فوراً ہو جائے گی۔‘‘ (حقیقت الوحی ص۱۰۵، خزائن ج۲۲ ص۱۰۸) کیا ایسا دعویٰ کسی نبی نے کیا؟

۸...... مرزا قادیانی نے شائع کیا تھا کہ: ’’مولوی ثناء اللہ اور میں ہم دونوں میں سے جو خدا کے نزدیک جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔‘‘

(اشتہار ۱۵؍اپریل ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۸)

مرزا قادیانی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پاگئے اور مولوی ثناء اللہ صاحب آج نومبر ۱۹۳۳ء تک زندہ ہیں۔ پھر تم کو مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے میں کیا شبہ ہے؟

نوٹ: ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر یہ رسالہ مفت روانہ کیا جائے گا۔ مؤلف رسالہ ہذا سے طلب فرمائیں۔ نیز رسالہ شعبان المعظم اور شب برأت کے احکام ایک آنہ کا ٹکٹ آنے پر روانہ ہوگا۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ، مفتی لدھیانہ پنجاب!

1295

الاجازة من المدرسة العربية العالية الاسلامية الديوبندية

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

الحمد لله الذي جعل الشريعة المطهرة مقياساً للحلال والحرام وأنار لها معالم وأعلاماً يهتدي بها المتخبطون في غياهب الظلام وأقام لها أمة قائمين
بأمر الله لا يضرهم من خذلهم ولا يخافون في الله مصيبات الملام ثم خلفهم في كل عصر جماعة يحفظون الدين وينقلون الأحكام فيا لهم من حملة العلوم
وطوبى لهم من ورثة الأنبياء العظام والصلوة والسلام على من أرسله حين أظلمت الدنيا وأحاطت بها حنادس الكفر ورجس الأصنام ليقيم الملة
العوجاء ويطهرها عن درن الشرك ونجاسة الأنصاب والأزلام فمهد صلوات الله عليه وسلامه للشريعة أصولاً وبين لها فروعاً وفصولاً حتى صارت منيعة لا ترام
وعلى آله وأصحابه الذين هم قدوة الأنام وسائر الأئمة المجتهدين خصوصاً سيدنا أبي حنيفة النعمان وأصحابه الكرام وبعد فإن العلوم شأنها رفيع وجنابها منيع
لا سيما العلوم الدينية الحقيقية فإنها أبت أن تناصح إلا لمن فقهه الله في الدين وهداه إلى معالم الحق اليقين وبعد فإن الأخ الصالح الموفق
من الله الكريم المولوي محمد نعيم ابن مولانا المولوي المفتي محمد عبد الله الدهيانوي نور الله مرقده قد دخل هذه المدرسة العربية العالية
الاسلامية الديوبندية التي هي مركز العلوم الدينية ومدارها ومنبع أنهارها وبحارها لثاني عشر من شوال المكرم سنة ثمان وعشرين بعد ألف
وثلثمائة من الهجرة النبوية على صاحبها ألف ألف سلام وتحية فقرأ من علم التفسير الجلالين والبيضاوي ومن علم الحديث صحيحي الإمامين الهمامين البخاري ومسلم
وسنن أبي داؤد وابن ماجه والترمذي وشمائل الترمذي والموطأين للإمامين العادلين مالك ومحمد ومعاني الآثار للإمام الطحاوي رحمهم الله تعالى ومشكوة المصابيح
ومن علم أصول الحديث نخبة الفكر ومن علم الفقه المجلدين الأولين والأخيرين من الهداية ومن علم أصول الفقه نور الأنوار ومختصر الحسامي والتوضيح والتلويح
ومسلم الثبوت ومن علم العقائد والكلام شرح العقائد وحاشيته للخيالي ومبحث الأمور العامة من شرح المواقف والتعليقات الزاهدية على الأمور العامة من شرح المواقف
شرح عقائد الجلالي ومن علم البيان مختصر المعاني والمطول ومن علم الأدب المقامات للحريري وديوان المتنبي وديوان الحماسة ومن علم الفرائض السراجي ومن علم المناظرة
الرشيدية ومن علم المعقول شرح السلم للعلام مولانا محمد حسن ولمولانا حمد الله ولمولانا القاضي المبارك والتعليقات الزاهدية على الرسالة القطبية وحاشية
لمولانا غلام يحيى وشرح التهذيب لجلال الدين الدواني وحاشيته للسيد الزاهد الهروي ومن علم الفلسفة الميبذي والصدرا والشمس البازغة ومن علم العروض
عروض المفتاح ومن علم الهيئة التصريح وشرح الجغميني والسبع الشداد [illegible] على طريقة رضي عنها الأساتذة وكان [illegible] المدرسة وهو عندنا سليم الطبع مستقيم الفهم
ذو استعداد مناسب ومناسبة تامة بالعلوم والآن لما طلب الا[illegible] أجزناه وكتبنا له هذه الورقة لتكون سنداً وتذكرة عند مس الحاجة ونوصيه
بالله التوفيق أن يتقي الله سراً وعلانية ويتبع السنة السنية ويشتغل بنشر الأحكام الشرعية مكباً على مطالعة الكتب الدرسية مجداً في ترويج العلوم
الدينية وأن يكون مقتفياً لآثار السلف الصالحين مجتنباً عما [illegible] المبتدعة من الاختراع في الدين حافظاً أبناء جنسه على ما مضى عليه القرون
المشهود لها بالخير من الصحابة والتابعين والأئمة [illegible] في دعواته الصالحة والله الموفق والمعين وآخر دعوانا أن الحمد لله
رب العلمين وكان ذلك لثلث أيام [illegible] وثلثمائة وثلث وثلثين من الهجرة النبوية صلى الله عليه وسلم

امضاءات الاراكين والمدرسين

نظم از حضرت مولانا
مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ

زمیں بدلی، زماں بدلا   مکیں بدلے، مکاں بدلا
نہ میں بدلا، نہ تو بدلا   تو پھر بدلا تو کیا بدلا؟

زمانے کی روِش بدلی   زمین وآسماں بدلے
نہ بدلا فکرِ انسانی   تو پھر بدلا تو کیا بدلا؟

وزارت ہی بدلنی تھی   تو پھر بدلی تو کیا بدلی
نہ بدلا جو بدلنا تھا   تو پھر بدلا تو کیا بدلا؟

نہ عادتِ حکمراں بدلی   نہ حالت بےکساں بدلی
حکومت ہی نہ جب بدلی   تو پھر بدلا تو کیا بدلا؟

نہ راشی کی روِش بدلی   نہ خویشاں پروری بدلی
نہ یہ بدلی، نہ وہ بدلی   تو پھر بدلا تو کیا بدلا؟

بدلنا ہے اگر تجھ کو   بدل جیسے عمرؓ بدلے
نہ جیسے بوجہل بدلا   تو پھر بدلا تو کیا بدلا؟

بدل دے جو بدلنا ہے   بدلنا جرم ہے مخفی
بدلنا ہی نہ گر بدلا   تو پھر بدلا تو کیا بدلا؟

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ شاگردِ رشید شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

مہتمم مدرسہ اللہ والا لدھیانہ و نائب صدر جمعیت علماء ہند

نظم از حضرت مولانا
مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ

اٹھو کشور صدق کے تاجدارو!
نظامِ شریعت کے تابندہ تارو!
زمانہ کو جوشِ عمل سے ابھارو
نکھارو، رُخِ زندگی کو نکھارو
اٹھو نوجوانو! اٹھو نوجوانو!
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو

ہے مظلوم دنیا جو گھبرا رہی ہے
ہر اک در سے اب یہ ندا آرہی ہے
گھٹا ہر طرف ظلم کی چھا رہی ہے
وہ بدلی کفر کی بھی منڈلا رہی ہے
اٹھو نوجوانو! اٹھو نوجوانو!
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو

یہ سازِ کہن، یہ ترانہ بدل دو
یہ قصّہ بدل دو، فسانہ بدل دو
یہ رسم و رہِ کافرانہ بدل دو
یہ تخت اور تاج شاہانہ بدل دو
اٹھو نوجوانو! اٹھو نوجوانو!
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو

وہ صدیقِ اکبرؓ کا عزمِ نبیؐ ہو
وہ فاروقِ اعظمؓ کا جذبِ دلی ہو
وہ نادِ حیا مثلِ عثماں غنیؓ ہو
وہ کرّار حیدرؓ کا عزمِ جلی ہو
اٹھو نوجوانو! اٹھو نوجوانو!
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو

بہاروں کی خاطر شراروں سے کھیلو
گلوں کے لیے خارزاروں سے کھیلو
بھنور میں بڑھو، تیز دھاروں سے کھیلو
فلک پر اُڑو، چاند تاروں سے کھیلو
اٹھو نوجوانو! اٹھو نوجوانو!
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو

فکر کو بدل دو، نظر کو بدل دو
مکیں کو بدل دو، مکاں کو بدل دو
زمیں کو بدل دو، زماں کو بدل دو
فضا کو بدل دو، سماں کو بدل دو
اٹھو نوجوانو! اٹھو نوجوانو!
بدل دو نظامِ زمانہ بدل دو

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ شاگردِ رشید شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

مہتمم مدرسہ اللہ والا لدھیانہ و نائب صدر جمعیت علماء ہند

ہدیہ عقیدت بحضور رسالت مآب ﷺ
بعد از ہزار ہزار درود و سلام

غبارِ رہ سہی کم ظرف تو نہیں اتنا
کہ بارگاہِ رسالت مآب تک جاؤں

اک آرزو تھی کہ لے کر کہانیاں غم کی
حریمِ محرمِ ام الکتاب تک جاؤں

اُدھر فضاؤں میں زندہ ہے سامری جادو
اِدھر نہ طور، نہ جلوہ، نہ جستجوئے کلیم

زمانہ ہنستا ہے مذہب کی بات سنتے ہی
حضورؐ آپ کا اسلام ہو گیا ہے یتیم

وہ جن کے ہاتھوں میں طاقت ہے ناخدائی ہے
وہ چھین لیتے ہیں مجبور کے لبوں سے پکار

صدائے نغمۂ بطحا کو توڑ دیتی ہے
حرم سرائے میں پازیب کی حسین جھنکار

جو اک اشارے سے مومن کے ٹوٹ جاتے تھے
زمانہ پوج رہا ہے انہیں خداؤں کو

حضورؐ جن میں محبت ہے پارسائی ہے
وہ بوجھ لگتے ہیں دھرتی کو شاہراہوں کو

حجابِ عظمتِ مریم کی رونقیں لے کر
سجا رہے ہیں ہوس کار بارگاہوں کو

زمین تنگ ہے مظلوم پر غریبوں پر
شعور دیجیے ملت کے ناخداؤں کو

نئے پجاری، نئے بت، نئی خدائی ہے
درِ حرم سے اٹھی ہے نوائے بولہبی

گناہ گار سہی لب پہ بات آ جو گئی
معاف ہو میری آہ و فغاں کی بے ادبی

جناب حافظ طاہر نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

ولد مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ بن مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

نذرِ عقیدت
بخدمت علماءِ لدھیانہ

عالموں کا خاندان ہے لدھیانہ میں مقیم
فخر ہے جس کا حبیبؒ (۱) اور ناز ہے جس کا نعیمؒ (۲)

دین حق کا عام کرنا ان کا نصب العین ہے
مصطفیٰ کا نامِ نامی ان کے دل کا چین ہے

لرزہ بر اندام ہے ہر وقت ان سے قادیاں
یہ اڑا دیتے ہیں ہر جھوٹے نبی کی دھجیاں

---

(۱) رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

(۲) مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

غازی عبد العزیز لدھیانویؒ

مرکز علمی دار العلوم دیوبند کی جانب سے مفتی محمد نعیم صاحبؒ کی خدمات کا اعتراف

مفتی محمد نعیم صاحبؒ دار العلوم کے فاضلِ قدیم متحدہ ہندوستان و پاکستان میں علمی و دینی خدمات کی وجہ سے ممتاز و مشہور اور ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے نامور رہنما تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ خدمتِ خلق میں گزرا اور ہمیشہ دینی و قومی جدوجہد میں مصروف رہے۔

(روئیداد دار العلوم دیوبند ۱۳۹۰ھ ص ۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں استدعا کرتا ہوں کہ اس مجموعہ کو میری، علماءِ حق، مولانا احمد علی لاہوریؒ، میرے اکابرین علماء لدھیانہ مولانا مفتی عبد القادر لدھیانویؒ، مولانا مفتی محمد لدھیانویؒ، مولانا عبد العزیز لدھیانویؒ، میرے پردادا مولانا مفتی عبد اللہ لدھیانویؒ، میرے دادا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، میرے تایا مفتی ضیاء الحسن لدھیانویؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ (صدر مجلس احرار)، مفتی رشید احمد لدھیانویؒ بانی جامعۃ الرشید، میرے والد صاحب، والدہ مرحومہؒ، میری دادی صاحبہ مرحومہؒ اور تمام عزیزواقارب کے لیے آخرت میں مغفرت ونجات کا سبب بنائے۔ اور میرے بعد میرے لواحقین کو دین کے کاموں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اور ہمارے اعزّہ (مرحومین) کی بخشش اور مغفرت فرمائے۔ آمین یارب العالمین

مشہود مفتی

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"مسلمانوں میں اسلام کا درد اور مذہبی حیات نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اسلام آباءواجداد سے میراث میں ملا ہے۔ اور جس طرح مال متروکہ کی قدر اولاد کو نہیں ہوا کرتی اسی طرح ان مسلمانوں کو اس اسلامی ترکہ کی قدر نہیں۔ اسلام کی قدر حضرت بلال، صدیق اکبر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے پوچھو جنہوں نے دنیا کی سخت سے سخت مصیبتوں کو برداشت کر کے اسلام حاصل کیا ہے۔"
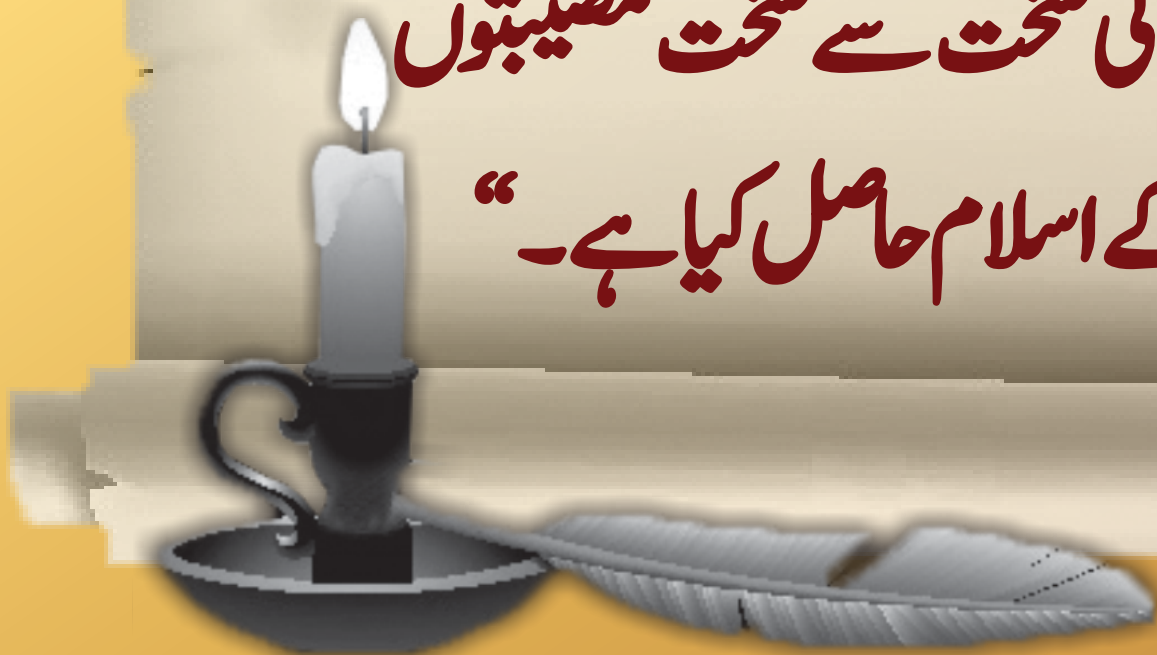
علماء لدھیانہ کی مزید کتب
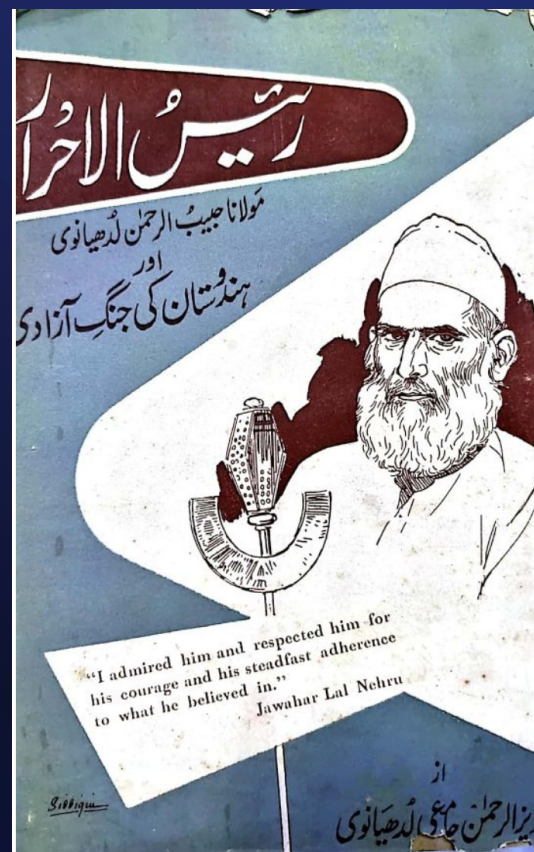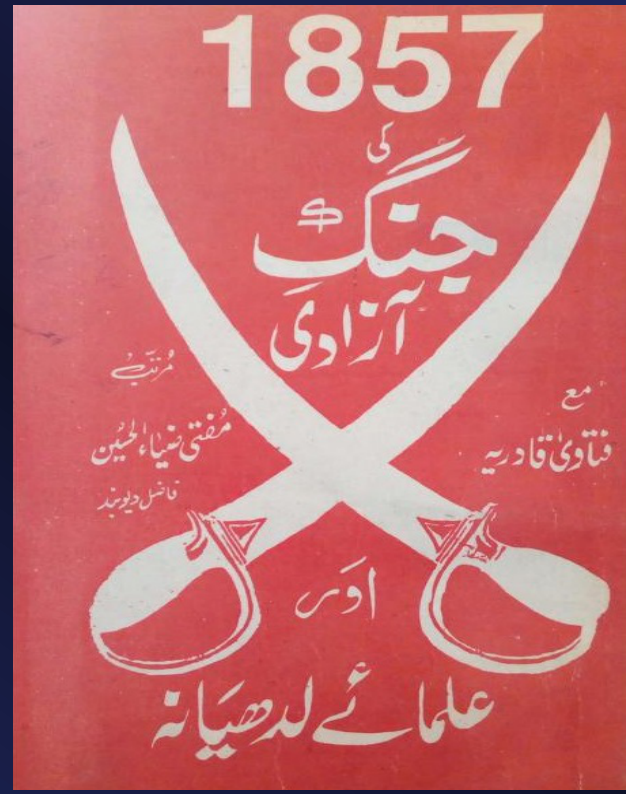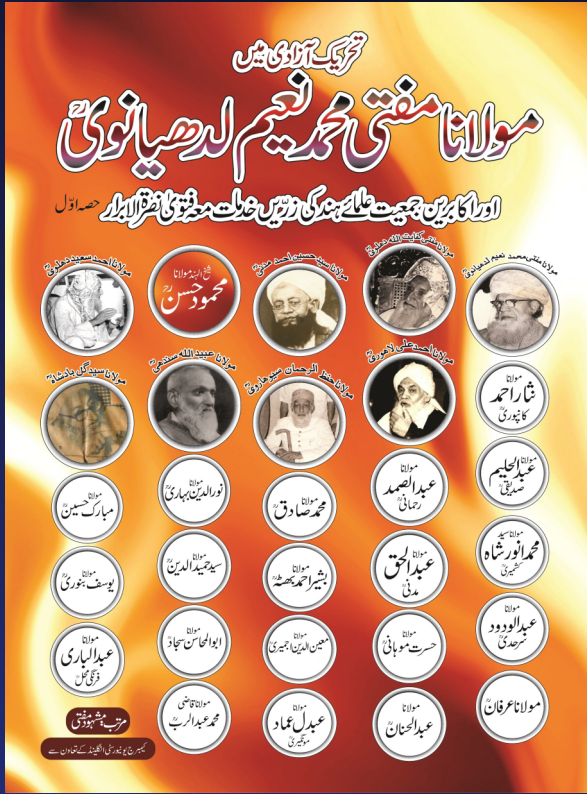
تمام کتب اس لنک پر دستیاب ہیں

https://archive.org/details/ulemaeludhiana